ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 32 شمارہ: 07

جولائی ۲۰۱۲ء / شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

حُسنِ ترتیب (شمارہ جولائی ۲۰۱۲ء)

ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون: 92-21-32725150+ فیکس: 92-21-32732369+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

اپنی بات

آزادیٔ فکر کا دائرۂ کار اور امام احمد رضا

پروفیسر دلاور خاں

فکرِ انسان کی وہ صفت ہے جو اسے حیوانوں سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔ قرآنِ پاک نے بھی انسان کو تعقل، تعلم، تفکر اور ادارک کی دعوتِ فکر دی ہے۔ فکری تناظر میں اگر طبقات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ اعتدال کی بجائے انتہا پسند دکھائی دیتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو تجدد پسندی اور بے لگام آزادیٔ فکر کا داعی ہے؛ جس کی آزادیٔ فکر نفس اور خواہشات کی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے۔ دوسری طرف رجعت پسند طبقہ ہے، جو غور و فکر، تعقل و تدبّر کرنے کو گناہ سمجھتا ہے، جس سے معاشرے میں جمود پیدا ہوتا ہے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اسلام ان دونوں انتہا پسند رویوں کی مذمت کرتا ہے اور اعتدال پر مبنی فکر کو فروغ دیتا ہے وہ حدود میں رہتے ہوئے آزادیٔ فکر کا داعی ہے۔

بعض مسائل اور حقائق ایسے ہیں جہاں فکر کی رسائی نہیں، اگر ان پر فکری طبع آزمائی کی گئی تو نتیجہ یقیناً خطا ہو گا۔ ذہنی صلاحیت بھی ضائع ہو گی اور معاشرہ فکری انتشار کا شکار بھی۔ فکری وحدت بھی تاراج اور معاشرہ طبقات میں تقسیم ہو کر اتحاد کی قوت سے محروم ہو گا۔ اسی لیے اسلام فکری اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتا ہے کہ وہ مسائل جن پر امّتِ مسلمہ کا اجماع ہو اور وہ جو فکر کے دائرۂ کار میں نہیں آتے؛ دوسرے آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ضروریاتِ دین میں تجدد پسندی اور فکری آزادی کا کوئی گذر نہیں ایسے معاملات کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ان حدود میں رہتے ہوئے آزادی فکر کا دائرہ کار بہت وسیع و عریض ہے۔ رجعت پسند طبقہ وہ ہے جو غور و فکر کو معیوب سمجھتا ہے۔ فکر نہ کرنے کے نتیجے میں ان کی عقل بانجھ ہو چکی ہیں۔ قرآن ایسے عدم فکر کے انتہا پسند رویے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ جو لوگ غور و فکر تعقل و تدبر سے کام نہیں لیتے انہیں جانوروں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے۔

اس تناظر میں مفکرِ اسلام امامِ سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا خاں محدث حنفی کی اسلامی تحقیقات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ نے قرآنی فلسفے کو فروغ دے کر فکری انتہا پسندی کی راہیں مسدود کرنے کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ اعتدال پسند فکری رویے کو فروغ دے کر تعقل، تفکر، اور تدبر کی راہیں ہموار کیں تاکہ امت مسلمہ اس قیمتی سرمائے سے فیض یاب ہو کر اپنے فکری اور عصری مسائل کو حل کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

فکری اختلاف کی نوعیت اور فلسفۂ رضا

آپ فرماتے ہیں: "مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

۱۔ **ضروریاتِ دین:** ان کا ثبوت قرآنِ عظیم یا حدیثِ متواتر یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش، نہ تاویل کو راہ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

۲۔ **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت:** ان کا ثبوت بھی دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شُبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے؛ اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

۳۔ **ثابتاتِ محکمہ:** ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم وجمہور علما کا سندِ وانی، فانّ ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت) ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی وآثم خطاکار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین و گمراہ، نہ کافر و خارج از اسلام۔

۴۔ **ظنّیاتِ محتملہ:** ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیلِ ظنّی بھی کافی ہے، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصور وار کہا جائے گا؛ نہ گناہگار، چہ جائیکہ کہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے۔ جو فرقِ مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف ؎

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ت)

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ت)"

(فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۲۹، صفحہ ۳۸۵)

"مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ ایک ضروریاتِ دین، اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

۲۔ دوم ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنّت، ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

۳۔ سوم وہ مسائل کہ علمائے اہلِ سنّت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۲۹، ص ۴۱۳، ۴۱۴) وہ مسائل جن میں علما اور ائمۂ اہلِ سنّت مختلف رہے ہوں ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنیٰ؛ ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا۔(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۴۱۵)

اعلیٰ حضرت کی ان تحقیقات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ "ضروریاتِ دین" میں تجدد اور فکری آزادی کا بہانا بنا کر کسی قسم کی تاویل کی جسارت کرے تو یہ فکری اختلاف و آزادی نہیں بلکہ اسلام کے خلاف بغاوت ہے "ضروریاتِ دین" اسلام کی عالمگیر صداقتیں ہیں، جنہیں من و عن تسلیم کر کے بھی کوئی شخص امتِ مسلمہ کا فرد بن سکتا ہے۔ "ضروریاتِ دین" فکری ممنوعہ علاقہ ہے ان مین موشگافی کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

کچھ ایسی نصوص ہیں، جن پر غور و فکر کریں تو اس میں کئی تعبیروں کا احتمال پایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں سوادِ اعظم اہلِ سنّت نصوص کی جس تعبیر پر اپنی فکری اساس قائم کریں اور دوسرا شخص اس نص کی دوسری تعبیر پر اپنی فکری اساس قائم کرے، بہ شرط وہ ضروریاتِ دین سے متصادم نہیں ہو تو وہ اہلِ سنت کے مقابلے میں بد مذہب ہوگا اور مسلمان رہے گا۔

علماءِ اہلِ سنّت کی فکری آزادی اور تحفظ کے لیے فرماتے ہیں کہ اگر علمائے اہلِ سنت میں کسی فروعی مسئلے فکری و نظری اختلافِ رائے پایا جائے یعنی کسی مسئلے میں جواز اور عدم جواز یا مثبت اور نافی ان دونوں علماءِ اہلِ سنّت کا احترام کیا جائے ان میں سے کسی پر بھی کفر، گمراہی اور فسق جیسے فتوؤں سے گریز کیا جائے۔ اختلاف ایک حقیقت ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور ان اختلافات کے مراتب کا تعین اور اختلاف میں فکری وحدت قائم کرنا افکارِ رضا کا خلاصہ ہے۔ ایک جگہ فکری اختلاف کی افادیت یوں بیان کرتے ہیں:"مشکل وقت میں آسانی علما کے اختلاف سے ہی آتی ہے۔" (المعتمد المستند، ص ۳۵۰)

یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے جب اہلِ فکر و دانش اختلافِ رائے رکھتے ہیں اس سے علم فروغ پاتا ہے، مسائل حل ہوتے ہیں، امتِ مسلمہ کے صدمات دور ہوتے ہیں اور آسانی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، لیکن جب جہاں اختلاف کرتے ہیں اس کے نتیجے میں نفرت، انتشار اور وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

مفکرِ اسلام احمد رضا محدث حنفی اہلِ سنّت کا فکری امتیازیوں بیان کرتے ہیں:"اہلِ سنّت دو انتہاؤں میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فکری انتہا پسندی کا تعلق کسی طرح بھی اہلِ سنّت سے نہیں۔ علمائے اہلِ سنّت کے اختلاف پر محاذ قائم کرنا، اس کی بنیاد پر سنّی اجتماعیت میں تفرقہ ڈالنا اور انتشار کو فروغ دینا اعلیٰ حضرت کے فکر و فلسفہ کے منافی ہے۔

عصرِ حاضر میں انفرادی و اجتماعی طور پر اپنے فکری زاویوں کا جائزہ

کیا ہم ایک عالم اہلِ سنّت کی تعبیر کی حمایت میں دوسرے عالم اہلِ سنّت کو گمراہ اور فاسق تو نہیں کہے رہے؟ کیا ہم تعبیری، فکری اور تاویلی اختلاف کی وجہ سے کسی کو کافر تو نہیں کہہ رہے؟ کیا ہم ضروریاتِ دین کے منکروں سے محبت و مودت کا رشتہ قائم کر رہے؟ فکرِ رضا کی روشنی میں اگر ایسا نہیں تو نورٌ علیٰ نور اور اگر اس کے برعکس ہے تو آج ہی ہمیں اپنے انفرادی اور اجتماعی فکری زاویوں میں تبدیلی لانے کی اشد ضرورت ہے۔

کئی سالوں سے علما و عوامِ اہلِ سنّت کے اتحاد کی کوشش کی جارہی اور اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ علما اپنے اختلافات ختم کرکے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں، لیکن کئی بار مخلصانہ کوشش کے باوجود نتائج مثبت بر آمد نہیں ہوتے۔ علماءِ اہلِ سنّت کے اتحاد کے لیے امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت احمد رضا خاں محدث حنفی کے علما کے فارمولے پر اختلاف کے باوجود اتحاد قائم کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں اختلاف میں وحدت کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے۔ اختلاف کی حقیقت کو مان کر اتحاد کی کوشش کی جائیں اس فکری اتحاد کے لیے علماومشائخ اپنا کلیدی کردار ادا کریں تو آج سوادِ اعظم اہلِ سنّت ایک مؤثر قوت ثابت ہو سکتی ہے۔ مذہبی شدت اور انتہاپسندی کے خاتمے میں مدد مل سکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 14 سے ملحق)

تحفظ، تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ، مسلمانان کے تشخص کا دفاع اپنے قلم اور زبان سے کیا، وہ مسلمانانِ برصغیر کے لیے بڑا پر آشوب دور تھا۔ نہ صرف اغیار بلکہ کلمہ گو حضرات بھی متحدہ قومیت کے علمبردار بن کر اسلامی نظریہ وتشخص کو پس پشت ڈال رہے تھے۔ اس وقت آپ نے مجددانہ کردار ادا کرتے ہوئے ایک طرف اغیار کے چنگل سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی تو دوسری طرف ان نام نہاد دینی علما کی بھی خوب خبر لی جو ہوسِ اقتدار میں اسلامی اقدار کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر اس تحریک میں شامل ہو جاتے جس میں نصاریٰ ویہود تو خوش ہو جاتے، مگر مسلمانوں کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا۔ محمد چراغ اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''مولانا احمد رضا خاں نے ایک طرح کے پر خطر اور آتش فشاں دور میں مسلمانوں کی صحیح بنیادوں پر صحیح سمت میں رہنمائی فرمائی۔ انہوں نے ایک غیور مسلمان کے طور پر اسلام کی روح مجروح کرنے والی کوششوں کے خلاف اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کیا اور مسلمانوں میں اسلام کی وہ روح پیدا کی اور وہ راست اور صحیح جذبہ ابھارا، جو بعد میں تحریک اسلامی کو قوت وطاقت بخشنے کا موجب بنا۔ اس طرح لادینی قوتوں اور اسلامی تحریکوں کو دبانے

اور ختم کرنے کی مسلمانوں میں قوت وہمت پیدا ہو سکی۔''[۱۳]

خلاصہ

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان سے قبل اٹھنے والی تحریکوں میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے رفقا کا کردار پیش کیا جائے اور جس بات اور جس معاملے میں آپ اور آپ کے رفقا کے نزدیک جو حق تھا، اس پر ان کی استقامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہنا ہی امام احمد رضا اور آپ کے رفقا کا خاصہ رہا ہے۔ اس بات کو معتدل مزاج مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے اور مستقبل کے مؤرّخ سے بھی یہ امر پنہاں نہ رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین، تحریک پاکستان میں علما کا کردار، ص۲۱۹، مکتبۂ نبویہ، لاہور، ۲۰۱۰ء۔

۲۔ مولانا کوثر نیازی، ماہنامہ جہانِ رضا، ص۱۰، اپریل ۱۹۹۳ء، لاہور۔

۳۔ محمد طفیل سالک، تحریک پاکستان میں علما کا کردار، ص ۲۳۳۔

۴۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، تحریکِ آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص ۲۰۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء۔

۵۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ، ص۲۰، ۲۱، دار النور، لاہور، ۲۰۰۶ء۔

۶۔ میاں عبد الرشید، پاکستان پس منظر اور پیش منظر، ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۱ء۔

۷۔ تحریکِ آزادیِ ہند اور السواد الاعظم۔

۸۔ ایضاً، ص ۲۵۳۔

۹۔ ایضاً، ص ۱۲۷۔۱۲۸۔

۱۰۔ ایچ بی خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علما کا کردار، ص ۲۶۵، ۲۶۴، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

۱۱۔ محمد علی چراغ، اکابرین تحریک پاکستان، ص۲۹۳، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء۔

۱۲۔ میاں عبد الرشید، Islam in Indo. Pak Subcontinent, Page67, 1977, Lahore۔

۱۳۔ اکابرین تحریک پاکستان، ص ۲۹۴۔

بیعِ مکروہ کے معاملات تحقیقِ رضا کے آئینے میں

صبا نور (ایم فل، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان)

خلاصہ: معاشیات کا علم نہایت وسعت کا حامل ہے، جس کے گوناگوں پہلو ہیں کیونکہ معاش ہر انسان کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس علم کی اہمیت کے پیشِ نظر نبی ﷺ کی تعلیمات کو بنیاد بنا کر ائمہ وفقہاے کرام نے وقت کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھا اور ان موضوعات کو تحقیق کا حصّہ بنایا۔ ہر عقد کی وضاحت جامع انداز میں بیان فرمائی۔ مولانا احمد رضا خاں ان خاص علما میں سے ہیں، جنہوں نے علمِ معاشیات کے ہر پہلو پر واضح انداز میں تحقیق کی۔ ان تحقیقات کا دوسری تالیفات میں ملنا ناممکن ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ان پہلوؤں پر اس منفرد انداز میں تحقیق کی اور ہر پہلو کو قرآن اور نبی ﷺ کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر بیان کیا۔ ان تحقیقات کی خاصیت یہ ہے کہ یہ دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر آج کے معاشی معاملات کو مزید بہتری اور ترقی کی طرف گامزن کیا جاسکتا ہے۔(صبا)

تعارف

خرید و فروخت کے معاملات میں اشیا کی بروقت فراہمی، طلب و رَسد، مارکیٹ میں اشیائے ضروریہ کی موجودگی یہ سب علمِ معاشیات کے موضوعات ہیں۔ جب لوگوں کو کسی شے کی ضرورت ہو وہ شے مارکیٹ میں موجود ہو تو یقیناً کسی کے لیے مشکل پیدا نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مارکیٹ میں کسی شے کی طلب بڑھ جاتی ہے تو قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لوگ اشیا کی طلب بڑھانے کے لیے اس کی پیداوار کو کم کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اشیا کی قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ دین اسلام جو کسی بھی حال میں انسانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی برداشت نہیں کرتا ان پہلوؤں کی ممانعت کرتا ہے اور ایک عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام پر زور دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اس طرح مال کمانے کے ناجائز ذرائع، جن میں لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا گیا ہو شدت سے مخالفت کرتا ہے۔

طریقہ کار

اسلام خرید و فروخت کا معاملہ انسانوں کے مابین درست انداز سے قائم کرنے پر زور دیتا ہے، جس میں دونوں کی رضامندی ہونا ضروری ہے۔ شرعِ اسلامی کے مطابق خرید و فروخت کے معاملے میں وہ صورتیں جو ناپسندیدہ ہیں، جن کی ممانعت اسلام نے کی ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں بیع و خرید و فروخت کی ممنوع صورتوں کو موضوع بنایا گیا ہے، اس میں مکروہ کی صورتیں احادیث نبویہ ﷺ سے اس کا ثبوت نیز اس موضوع پر مولانا احمد رضا کی تحقیق کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں ان تحقیقات کا عملی اطلاق اور ماخذ و مراجع درج کیے گئے ہیں۔

تحدید

خرید و فروخت کے معاملے میں جو صورتیں ناجائز و حرام ہیں جن کی وجہ سے یہ معاملہ باطل و فاسد ہو جاتا ہے ان موضوعات پر مولانا احمد رضا کی تحقیقات خصوصیت کی حامل ہیں۔ آپ نے ان صورتوں کو واضح اور مدلل انداز میں بیان کیا۔ مکروہ کی صورتیں جو اس عقد میں پائی جاتی ہیں وہ اس مقالے کا موضوع ہیں۔ باطل و فاسد پر مولانا احمد رضا کی تحقیقات کو ماہنامہ معارف رضا ۲۰۱۲ء کے اپریل اور مئی کے شماروں میں پیش کیا جاچکا ہے۔

اعتذار

معاشی موضوعات سے متعلق مولانا احمد رضا کی تحقیقات آپ کی بیشتر تصنیفات میں موجود ہیں۔ اس مقالے میں صرف آپ کی تصنیف فتاوی رضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارت) کی جلد ۱۷ سے پیش کیا ہے۔ نیز مکروہ کے موضوع سے متعلق اور اس کی اقسام سے متعلق مولانا احمد رضا کی تحقیقات فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں جو کہ فی الوقت مقالے کا موضوع نہیں ہیں۔ اس مقالے میں مولانا احمد رضا کی خرید و فروخت کے معاملے میں مکروہ صورتوں پر تحقیق کی گئی ہے۔ مکروہ کی تحقیقات کو کسی دوسرے عنوان کے تحت پیش کیا جائے گا۔

مقاصدِ تحقیق

۱۔ دین اسلام کسی بھی صورت بنی نوع انساں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی دوسرے کا مال ناجائز اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ لہٰذا جو اس قسم کی صورتیں معاشرے میں رائج ہیں اُن کی نشاندہی کرنا۔

۲۔ دورِ حاضر میں یہ صورتیں کہاں رائج ہیں اس سے متعلق انسانوں کو آگاہ کرنا کہ یہ تمام صورتیں اسلام کی رُو سے ناپسندیدہ ہیں ان تمام باتوں سے عوام الناس کو روشناس کرانا اس مقالے کا مقصد ہے۔

۳۔ مولانا احمد رضا کی خرید و فروخت کے معاملے میں ممانعت کی صورتوں پر تحقیق کو بیان کرنا تاکہ لوگ ان تحقیقات سے راہ نمائی حاصل کرکے ممانعت کی اس روش کو ترک کردیں جو انسانوں کے ساتھ ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

معنٰی و مفہوم اور احادیث سے ثبوت

مکروہ کا معنٰی ہے ناپسندیدہ، کراہت پر مبنی، نفرت انگیز؛ یہ صورت بھی شرعاً ممنوع ہی ہے اس کا ترک کرنا لازم ہے چونکہ ایسے امور شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں، خرید و فروخت کے عقد میں جو صورتیں ناجائز ہیں وہ یہ ہیں (۱) باطل (۲) فاسد (۳) مکروہ۔

معاملات میں وہ صورت جو ارکان میں خلل پیدا کرے وہ باطل ہے، جیسے بیع (خرید و فروخت) کے ارکان ایجاب و قبول ہیں؛ ان میں سے کسی ایک میں خرابی ہوئی تو معاملہ باطل ہوگا دوسری صورت کہ جس شے سے متعلق سودا کیا جارہا ہو وہ ازروئے شرع مال میں ہی شمار نہ ہو جیسے خون شراب وغیرہ۔ لہٰذا یہ صورتیں بیع کے معاملے کو باطل کردیتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاملہ قائم ہی نہیں ہوا۔

بیع فاسد وہ ہے جو معاملات کی شرائط میں فساد پیدا کردے۔ اس فساد کی وجہ سے پورا معاملہ فاسد ہوجاتا ہے اور عقد کرنے والے عاقدین پر یہ لازم ہوجاتا ہے کہ اس فساد کو دور کرکے معاملہ از سر نو قائم کریں؛ بصورت دیگر فاسد معاملے پر قائم رہیں گے تو حاکم یا قاضی زبردستی اس معاہدے کو ختم کرنے کا حق رکھتا ہے۔ بیع فاسد اور بیع باطل سے متعلق تفصیل میں ہم علیحدہ مقالات کی صورت میں ماہنامہ معارف رضا کے گذشتہ شماروں میں پیش کرچکے ہیں۔

مکروہ میں درج بالا دونوں صورتیں نہیں پائیں جاتیں نہ ارکان، میں خلل ہوتا ہے اور نہ ہی شرائط میں فساد، لہٰذا ائمہ وفقہائے کرام نے مکروہ کا درجہ فاسد سے کم رکھا ہے فقہا وائمہ اس کے فسخ کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں لیکن بیع فاسد کی طرح حاکم یا قاضی زبردستی اس معاہدے کو ختم نہیں کرواسکتا، ہاں عاقدین پر اس کے ختم کرنے کی ذمّے داری عائد ہوتی ہے۔

ممنوع کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ جبکہ بعض صورتوں پر عذاب کی وعید بھی سنائی ہے، ان کو ترک کرنا لازم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے نرخ پر نرخ نہ کرے''، یعنی اگر ایک قیمت مقرر کرچکا ہو تو دوسرا اس شے کی قیمت نہ لگائے۔[۱]

غلے اور اجناس کی ذخیرہ اندوزی ایک قبیح فعل ہے، جس کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے چالیس روز تک غلہ روکا اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا رہا وہ اللہ سے بری ہے اور اللہ (عزوجل) اس سے بری۔''[۲] ایک اور جگہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''جس نے مسلمان پر غلہ روک رکھا خداوند تعالیٰ اسے جذام (کوڑھ) و افلاس میں مبتلا فرمائے گا۔''[۳] جس نے چالیس روز تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی پھر وہ سب خیرات کردیا تو بھی کفارہ ادا نہ ہوا۔[۴]

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلے کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل، صلی اللہ علیہ وسلم) نرخ مقرر فرمادیجیے۔ ارشاد فرمایا: ''نرخ مقرر کرنے والا، تنگی کرنے والا، کشادگی کرنے والا اللہ (عزوجل) ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ خدا سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے کسی حق کا مطالبہ نہ کرے، نہ خون کے متعلق، نہ مال سے متعلق۔''[۵]

یہ وہ صورتیں ہیں جو ممنوع ہیں جن سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے منع فرمایا ہے؛ جو اخلاقی طور پر بھی ناپسندیدہ ہیں ان کو چھوڑنا عقد کرنے والوں پر لازم ہے جیسے ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جب خریدار اور بیچنے والا دونوں سودا طے کرچکے ہوں، ان کے مابین حتمی گفتگو بھی ختم ہوچکی ہو تو کوئی دوسرا مسلمان زیادہ قیمت لگا کر اس شے کو خریدنا چاہے ایسا کرنا مکروہ ہے دوسری صورت الگ ہے کہ بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے مابین شے سے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔ بلکہ زبانی کلامی ہی گفتگو ہورہی ہو سودا طے نہ ہوا ہو تو دوسرا کوئی شخص اس شے کی قیمت لگا کر خرید سکتا ہے، لیکن یہ نوعیت صرف حتمی بات سے پہلے کی ہے۔[۶]

ان دونوں صورتوں کے علاوہ ایک اور بات یہ بھی ہے کہ جیسے بیچنے والا یہ کہے کہ جو زیادہ قیمت دے گا میں اسی کے ہاتھ بیچوں گا جس

کو نیلام کی صورت کہا جاتا ہے۔ تو یہ نوعیت درست ہے۔ یہ بیع مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ احادیث سے ثابت ہے، کہ رسول ﷺ نے ایک شخص کا ٹاٹ اور پیالہ بیع کیا، ارشاد فرمایا: "ان دونوں کو کون خرید تا ہے؟" ایک صاحب بولے میں ایک درہم میں خرید تا ہوں۔ ارشاد فرمایا: "ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟" دوسرے صاحب بولے، میں دو درہم میں لینا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ دونوں چیزوں کو بیع کیا۔[۷]

چونکہ نیلامی میں شے کے ایک سے زیادہ خریدار ہوتے ہیں کوئی ایک کے ساتھ سودا طے نہیں ہوتا بلکہ یہ نوعیت ہوتی ہے کہ جو زیادہ قیمت لگائے گا وہ شے اس کی ملکیت ہوگی۔ ذخیرہ اندوزی کرنے کی شرع نے اجازت نہیں دی۔ تاجران صنعت کار غلہ اور دوسری اشیاء کو اپنے گوداموں میں اس غرض سے ذخیرہ کرتے ہیں کہ وہ مارکیٹ میں اپنی اشیاء کی قیمتوں کے بڑھ جانے کا انتظار کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو جب انہی اشیاء کی ضرورت ہو تو وہ من مانی قیمت وصول کر کے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر سکیں۔ علم معاشیات کا یہ اصول ہے کہ جب کسی بھی شے کی مارکیٹ میں طلب بڑھ جاتی ہے تو قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذخیرہ اندوز اشیاء کی طلب بڑھانے کے لیے اس کی رسد (پیداوار) کو روک دیتے ہیں اس طرح مارکیٹوں میں اشیاء کی قلت پیدا ہو جاتی ہے اور وہی ذخیرہ اندوز اپنے مال کو زیادہ قیمت پر بیچنے کے لیے مارکیٹ میں لاتا ہے۔ اسلام ذخیرہ اندوزی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، بلکہ مارکیٹ میں اپنے مال کو آزادانہ طور پر فروخت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام تاجروں کے جائز کاروبار میں کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام قیمتوں (پرائس کنٹرول) کے تقرر کا بھی حامی نہیں، جس کی مثال ہمیں احادیث سے مل چکی ہے کہ آپ ﷺ نے مطالبے کے باوجود اشیاء کی قیمتیں مقرر نہ فرمائیں۔ تاجران اپنے مال کے مالک ہیں جس قیمت پر چاہیں فروخت کر سکتے ہیں، لیکن بعض فقہائے کرام نے مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لیے پرائز کنٹرول کو درست مانا ہے، لیکن جو نہیں مانتے وہ احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔[۸]

بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں عاقدین جب سودا طے کر رہے ہوں تو ایک دوسرا خریدار جو شے کو خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ محض دوسرے گاہکوں کے سامنے صرف شے کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر خریدار دھوکہ کھاجاتے ہیں۔ بعض اوقات دکانداروں نے صرف اسی قسم کے آدمی رکھے ہوتے ہیں جو چیزوں کے اوصاف بیان کرتے ہیں حقیقتاً وہ اوصاف موجود نہیں ہوتے اس عمل سے بھی خریدار دھوکہ کھاجاتے ہیں یہ صورتیں ممنوع ہیں۔ عیب کو بیان کر کے شے کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر عیب کو چھپائے اور سامنے نہ بتا کر شے کو فروخت کرنا درست نہیں۔

خرید و فروخت کا ایسا معاملہ بھی مکروہ ہے کہ جیسے تاجران دوسرے شہر سے غلہ خرید کر لا رہے ہو ان کے شہر میں پہنچنے سے قبل ہی باہر جا کر غلہ خرید لینا یہ ممنوع ہے اس طرح کی خریدنے کی دو صورتیں ہیں کہ جبکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ شہر سے باہر ہی اس نیت و غرض سے خرید لیں کہ غلہ ہمارے قبضے میں ہوگا قیمت زیادہ کر کے بیچیں گے۔ اس طرح ممانعت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والوں کو شہر کی قیمت غلط بتا کر خریدے مثلاً قیمت پندرہ روپے تھی زیادہ کر کے دھوکا دے کر خرید لینا چاہتا ہے۔ ایسی صورتیں بھی ممنوع ہیں۔[۹] اسی طرح شہر یا علاقے کے لوگوں کو شے کی ضرورت ہو تو تاجران حضرات زیادہ نفع کی غرض سے اپنے شہر یا علاقے کا غلہ اجناس، یا کھانے پینے کی اشیاء علاقے سے باہر مہنگے داموں فروخت کریں یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا۔

غرض یہ بیع (خرید و فروخت) کی ممنوع و مکروہ صورتیں ہیں جن کو چھوڑنا لازم ہے۔ اس میں نسل انسانی کی بہتری کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اسلام انسانوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کو کسی بھی طور پر برداشت نہیں کرتا، بلکہ یہ تو بنی نوع انساں کے مابین مساوات اور عدل و انصاف کا علمبردار ہے۔

تحقیقِ امام احمد رضا

مولانا احمد رضا خاں چودھویں صدی کے جید علما میں سے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ علوم و فنون سے نوازا۔ جن پر آپ کو کامل مہارت حاصل تھی ان علوم میں آپ نے منفرد انداز میں تحقیقات کیں۔ یہ مولانا احمد رضا کی ہی خاصیت ہے کہ خواہ علم کا تعلق

کسی بھی شعبے سے ہو اس شعبے پر آپ کی کثیر تصانیف موجود ہیں۔

انہی شعبوں میں سے ایک شعبہ علم معاشیات کا بھی ہے یہ وہ دور تھا جب برصغیر پاک وہند میں اس شعبے کو کوئی اہمیت نہیں دی جارہی تھی اور نہ ہی اس علم کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش تھی۔ مولانا اس صورت حال کو بھانپ گئے تھے کہ اسی شعبے سے وابستہ مسلمانوں کی معاشی ترقی ہے ورنہ مسلمان ہمیشہ دوسری اقوام کے دست نگر رہیں گے۔ اسی دور میں دنیا کے دوسری ترقی یافتہ اقوام نے اس شعبے کو خصوصی توجہ دی۔[10]

مولانا احمد رضا نے اس دور میں اسلامک بینکنگ کا نظریہ پیش کیا، جو آپ کی اس علم پر توجہ کا بین ثبوت ہے۔ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ مولانا احمد رضا نے صرف اسلامک بینکنگ پر نکات کی وضاحت ہی نہیں فرمائی جو آپ کے رسالے ''تدبیر وفلاح ونجات و اصلاح'' میں موجود ہے بلکہ ''العطایہ النبویا فی الفتاوی الرضویہ'' میں معاشیات سے متعلق کثیر تصانیف موجود ہیں۔ خرید وفروخت سے متعلق معاملات کے ہر پہلو کی تفصیل فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے۔ ان معاملات پر جو صورتیں ناجائز ہیں، باطل ہیں، ممنوع ومکروہ ہیں ان پر آپ کی تحقیق واضح انداز میں موجود ہے۔

مکروہ سے مراد جن کی شرع نے ممانعت کی ہو لیکن اس معاملے کو حرام یا باطل نہیں کہا جاسکتا۔ اس طرح کے قائم کیے گئے عقد کا ترک کرنا لازم ہے؛ بار بار کے کرنے سے انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ نمازِ جمعہ کی پہلی اذان ہوجانے کے بعد اس وقت خرید وفروخت کرنا اگرچہ درست ہو گا، لیکن مکروہ ہو گا۔[11] ایسے ہی ایک مسلمان بیچنے والے سے سودا طے کرچکے اور قیمت بھی دونوں کے مابین حتمی طے پا جائے تو کسی دوسرے شخص کو یہ زیب نہیں دیتا کہ قیمت بڑھا کر سودا طے کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ کسی مسلمان کے بھاؤ مقرر کرنے پر دوسرا اپنا بھاؤ مقرر کرکے شے کو خریدے تو یہ مکروہ ہو گا۔

مولانا احمد رضا اسی بات کی وضاحت بیان کرتے ہیں کہ جیسے ایک مکان جس کی فروخت ہوچکی ہو خریدار مکان کا بیعانہ وغیرہ دے چکا ہو قبضہ کرکے رہائش اختیار کرلی ہو دوسرا خریدار جو کہ اسی مکان کے بیچنے والے کا پڑوسی ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے پڑوسی ہونے کی وجہ سے حق شفعہ حاصل ہے۔ لہٰذا پہلا سودا منسوخ کرکے دوسرا سودا قائم ہو جس کی وہ زائد قیمت بھی دینے کو تیار ہے آپ وضاحت بیان کرتے ہیں کہ دوسرا خریدار جو دعویٰ کرتا ہے اور جو سودا قائم کرنا چاہتا ہے باطل ہے ناجائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے'' لہٰذا بیچنے والا پہلے سودے کو ترک نہیں کرسکتا۔ دوسرا خریدار ایسی حرکت کرے گا وہ ظلم کے مترادف ہو گا۔[12]

یہ وضاحت مولانا احمد رضا نے اس لیے فرمادی کہ احادیث مبارکہ میں بلاشبہ حقِ ہمسایہ کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے اس لیے یہ شبہ پیدا نہ ہوجائے کہ حق ہمسایہ اہمیت کے حامل ہیں، لہٰذا اس حق کی اہمیت کے پیش نظر پہلا سودا منسوخ کرکے دوسرا قائم کیا جاسکتا ہے؛ لیکن مولانا احمد رضا نے اس بات کی وضاحت بیان کردی یہ ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہے، لیکن اس صورت میں بھی اس حق کا خیال نہیں رکھا جائے گا بلکہ جو سودا طے ہوچکا یعنی مکان کی فروخت جس خریدار کے ہاتھ حتمی ہوچکی وہ ہی اس کا مالک ہے پہلے سے طے شدہ سودے پر دوبارہ سودا کرنا مکروہ ہے جس کے ترک کرنے کی تاکید آئی ہے۔

اِسٹامپ پیپر جو کہ ایک قانونی کاغذ ہے، مولانا احمد رضا نے اس بیع کو مکروہ کہا ہے۔ اس بات کی وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بے شک سادہ کاغذ پر لکھے گئے کی حقیقت نہیں ہوتی دعویٰ عموماً اسٹامپ پیپر پر ہی لکھا جاتا ہے اور جب تک دعویٰ اس کاغذ پر نہ تحریر ہو اس کی قانونی حیثیت تسلیم نہیں کی جاتی۔ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی شخص خوشی سے بلاوجہ اپنا ایک پیسہ ضائع نہیں کرنا چاہتا مال کا سولھواں حصّہ اس کاغذ کی خرید پر خرچ کیا جاتا ہے جو کہ وہ شخص مجبوری میں اس لیے خریدتا ہے کہ اس کا دعویٰ قابلِ قبول نہیں ہو گا جب تک اس کاغذ پر تحریر نہ ہو گی۔ یہ مجبوری کا خریدنا ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ دوسرے کا مال مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کھائے۔ کیوں کہ خریدنے والا خوشی سے اتنی بڑی رقم دے کر نہیں خریدے گا۔ مقدمہ بازوں پر اس قسم کے مصارف کراہیت اور ممانعت پر مبنی ہیں۔[13]

کراہیت پر مبنی دوسری صورتوں میں ایک ذخیرہ اندوزی ہے۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ فروخت کنندگان اس بات کو ذہن میں

رکھ کر غلہ یا اناج ذخیرہ کریں کہ جب لوگوں کو اس کی ضرورت ہوگی اور اس شے کی مارکیٹ میں رسد کم ہوگی ان حالات میں اسی شے کو مارکیٹ میں لائیں گے کیوں کہ طلب کے مقابلے میں وہ شے مارکیٹ میں کم ہوگی اور فروخت کرنے والے ایسے وقت من مانی قیمت وصول کریں گے، شے کی رسد کو منافع حاصل کرنے کی غرض سے اپنے پاس ذخیرہ کرلینا یہ صورت مکروہ ہے احادیثِ نبویہ میں اس صورت کی ممانعت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اس (ذخیرہ) کے جواز کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذخیرہ اس نیت سے نہ ہو کہ لوگوں کو ضرورت یا تنگی کے وقت زیادہ منافع حاصل کریں گے اور نہ ہی اس عمل سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو ایسی صورت میں مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ اس صورت میں ہے کہ نہ تو اس کے خریدنے پر بستی والوں پر تنگی ہو نہ ہی یہ آرزو ہو کہ قحط پڑے اور مجھے زیادہ نفع ملے جب ان دونوں باتوں سے پاک ہو تو ذخیرہ کرنے میں کراہیت نہیں ہے۔ [۱۴]

پرائس کنٹرول کی اسلام میں ممانعت ہے۔ نبی ﷺ نے صحابۂ کرام کے اصرار پر بھی قیمتیں مقرر نہ کیں۔ اسلامی حکومت اشیاء کی قیمتیں مقرر کرے تو یہ تاجروں پر ظلم کے مترادف ہے۔ مولانا احمد رضا اس بات کی وضاحت بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے مال کا خود مالک ہے یہ اُس پر منحصر ہے کہ چاہے تو اپنا مال یعنی ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کے بدلے فروخت کرے وہ مالک ہے حاکم وقت قیمتیں مقرر کردے اور بیچنے والے کو یہ خوف لاحق ہو کہ اس نے حاکم کی مرضی کے خلاف فروخت کیا اُس سے باز پرس ہوگی تو ایسے فروخت کرنے میں وہ اپنی رضامندی سے فروخت نہیں کرسکے گا اور یہ شے خریدنے والے کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ [۱۵]

خلاصۂ تحقیق

خرید و فروخت کے معاملات کی وہ صورتیں جو کراہیت پر مبنی ہیں ان کا ترک کرنا لازم ہے اسلام عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام کا خواہاں ہے۔ عدل و انصاف اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب مسلمانوں کے لین دین کے معاملات درست طریقوں سے قائم ہوں ذخیرہ اندوزی، پرائس کنٹرول کسی کے سودے پر دوسرا سودا قائم کرنا یہ سب ممنوع صورتیں ہیں، اسلام ان کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ جن کا مقصد لوگوں کو مشکلات اور تنگی میں مبتلا کرنا ہو۔ یہ صورتیں ممنوع ہیں۔

نتائج

ذخیرہ اندوزی، اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا ان جیسے امور کی اسلام اِجازت نہیں دیتا، اسلام اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ لوگوں کو تنگی میں ڈالنا مقصود نہ ہو۔ زیادہ منافع حاصل کرنے کی آرزو میں لوگوں پر تنگی کے وقت میں زیادہ قیمت لگانا مکروہ ہے۔

اسٹامپ پیپر، اشیاءِ ضروریہ کھانے پینے کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کی کئی صورتیں معاشرے میں رائج ہیں جو کہ کراہیت پر مبنی ہیں، جن کی عملی شکل وقتاً فوقتاً معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

مولانا احمد رضا نے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ذخیرے کے جواز کی صورت بیان کی۔ اسٹامپ پیپر کی بیع کی کراہیت کو واضح کیا پرائس کنٹرول کے متعلق واضح راہنمائی فرمائی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں موجود ان صورتوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

عملی اطلاق

عصرِ حاضر میں خرید و فروخت کے معاملات اس طرح طے ہوں کہ جن طریقوں کی ممانعت شرعِ مطہرہ نے کی ہے ان سے بچا جائے ساری صورتیں جو مکروہ ہیں جیسے سودے پر سودا کرنا اور ذخیرہ اندوز کی ممانعت ہے تاجران جو اشیا کی قلت میں چیزوں کو مارکیٹ میں لاتے ہیں ان کی اسلام نے ممانعت کی ہے۔ عصرِ حاضر میں خصوصاً پاکستان میں تاجران زائد منافع حاصل کرنے کی غرض سے مختلف قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ اجارہ داری، ذخیرہ اندوزی اس کی عام شکلیں ہیں اسی طرح زائد منافع کمانے کے لیے ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کو ذخیرہ کرلیتے ہیں؛ مارکیٹ میں ان اشیاء کی قلت پیدا ہوجاتی ہے عام لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی کی اشیا خریدنے میں مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اس صورت کو ایک اسلامی معاشرے سے کیسے دور کیا جائے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ لہٰذا تجارت کو فروغ دیا جائے تاکہ اس قسم کی مشکلات سے بخوبی نمٹا جائے۔ بعض علما کے خیال میں مہنگائی کو دور کرنے کے لیے ذخیرہ اندوزی کو ختم کرنے کے لیے پرائس کنٹرول پر زور دیتے ہیں۔

مہنگائی کی وجہ سے غریب طبقہ انتہائی پسماندگی کی زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن اشیا کی قیمتیں مقرر کرنے سے بھی یہ مسائل حل نہیں ہوسکتے کیونکہ احادیث نبویہ ﷺ سے اس چیز کا ثبوت ملتا ہے کہ اشیاء کی قیمتیں مقرر نہ کیں جائیں۔ ذخیرہ اندوزی صرف ایک ہی صورت میں جائز ہے کہ جب لوگوں پر تنگی کا خیال نہ ہو مگر یہ صورت تو درکنار اشیا کی رسد کو روک کر قلت پیدا کرنے کا ایک ہی سبب ہوتا ہے کہ لوگ مجبور ہو کر اشیا کو مہنگے داموں خریدیں اور تاجران زائد منافع حاصل کریں یہ طریقہ غلط ہے۔ اسلام میں ایسا ذخیرہ کرنے کی ممانعت ہے۔

دورِ حاضر میں اسٹامپ پیپر کی شرح فیس حکومت کی طرف سے متعین ہوتی ہے مختلف قسم کے معاملات جیسے اقرار نامہ، معاہدہ، خرید فروخت، بیانِ حلفی، رہن نامۂ شراکت ان سب معاہدوں کے لیے اسٹامپ کاغذ کی فیس مختلف ہوتی ہے۔

مصادر و مراجع

۱۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ
۲۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الاحتکار
۳۔ شعب الایمان، باب فی ان یحب المسلم
۴۔ المرجع السابق، کتاب البیوع، باب الاحتکار
۵۔ جامع الترمذی ابواب البیوع
۶۔ بہارِ شریعت، گیارھواں حصّہ (جدید ایڈیشن)، ص۱۱۷
۷۔ سنن ابنِ ماجہ کتاب التجارات، باب بیع المزابدۃ
۸۔ الھدایہ، جلد سوئم، ص۱۴۲
۹۔ ایضاً
۱۰۔ ماہنامہ معارف رضا
۱۱۔ العطایاالنبویہ فی الفتاوی الرضویہ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات)، امام احمد رضا بریلوی، رضا فاؤنڈیشن ۲۰۰۳ء
۱۲۔ ایضاً، ص۱۹۰
۱۳۔ ایضاً، ص۱۴۶
۱۴۔ ایضاً، ص۱۸۸
۱۵۔ ایضاً، ص ۱۴

حمدِ باری تعالیٰ

میں حمد کیسے لکھوں رب کی اپنے لفظوں میں
شمار آسکے جس کی عطا نہ ہندسوں میں
وہ رب ہے، مالک و مختار ہے ہر اک شے کا
ہیں نیک و بد سبھی مخلوق اس کے بندوں میں
فنا کے بعد بقائے دوام ہے جن کو
کچھ ایسے خاص بھی ہوتے ہیں اس کے بندوں میں
قرآن کا ہے یہ فتویٰ شہید زندہ ہیں
تمہیں شعور نہیں ہے کہ یہ ہیں زندوں میں
جو منکرینِ نبی ﷺ ہیں، دراصل ہیں مردہ
شمار ہوتے ہیں وہ لوگ گرچہ زندوں میں
الٰہی تجھ سے دعا ہے کہ قربِ وقتِ نزع
ترے حبیب ﷺ کا جلوہ ہو میری نظروں میں
گناہ گار ہوں لیکن یہ آرزو ہے کریم
مروں مدینے میں آقا ﷺ کے پاک قدموں میں
مِرا یہ شوقِ درود و سلام زندہ باد!
رہوں گا صبحِ قیامت میں ان کی نظروں میں
وہ ذوقِ مدحتِ آقا ﷺ عطا ہو تاباںؔ کو
کہ اُٹھے صبحِ قیامت یہ سرخ روؤں میں

سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

(صدرِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی)

عشقِ نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوقِ نعت
بزمِ سخن میں دھوم رضا تاجور کی ہے

دو قومی نظریہ اور امام احمد رضا خاں بریلوی

عقیل احمد (پی،ایچ،ڈی اسکالر، جامعہ کراچی)

قوموں کی زندگی میں نظریہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ نظریہ ہی ان کی پہچان اور ان کے تشخص کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور نظریہ ان کی تہذیب، تاریخ، اقدار، اخلاق، رسم ورواج اور ان کے اعتقادات کا سب سے بڑا مؤثر ذریعۂ ابلاغ ہے۔ جنوبی ایشیا میں ''دو قومی نظریہ'' ایک معروف اصطلاح ہے۔ جو ایک علیحدہ وطن کے قیام کا سبب بنی۔ تاریخی تناظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے۔ بلکہ آمدِ اسلام ہی سے اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ایک قوم وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نظام پر دل کی گہرائیوں سے نہ صرف ایمان رکھتی ہے، بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کا اظہار کرتی ہے۔ جبکہ دوسری قوم وہ ہے جن کا فکر و عمل اسلام کے خلاف ہے۔ بعد میں ایک تیسرا گروہ ایسا بھی سامنے آیا جو فکری اعتبار سے تو اسلامی کہلاتا تھا مگر عملی طور پر وہ اسلامی نظر نہ آیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانانِ ہند اپنے تشخص کی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے، جس کے پیچھے ان کا نظریہ ہی کار فرما تھا۔ اس زمانے میں بھی نظریاتی طور پر تین گروہ ہی تھے: ایک وہ گروہ جس میں انگریز اور ہندو تھے جو مسلمانوں کے نظریہ سے کلی اختلاف رکھتا تھا، دوسرا گروہ مسلمان ہی کا تھا جو اپنے نظریات کا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ ایک علیحدہ ریاست کا قیام بھی چاہتے تھے؛ جبکہ تیسرا گروہ وہ تھا جو نظری طور پر مسلمان تو تھا لیکن زندگی کے عملی پہلوؤں پر اسلامی فکر کی بجائے استشراقی، سیکولر اور متحدہ قومیت کے مزاج کے مطابق عمل کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح مسلمانوں کو دو محاذوں پر لڑنا پڑا: ایک ہنود و نصاریٰ اور دوسرا مؤخر الذکر طبقے سے۔ تیسرا گروہ، یہ طبقہ مسلمانوں سے نہ صرف امورِ ریاست و سیاست میں شدید اختلاف کرتا تھا، بلکہ عملی طور پر انگریزوں اور ہندوؤں کا ساتھ بھی دے رہا تھا۔ ایسے عالم میں کسی ایسی مؤثر شخصیت کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ امورِ زندگی میں بھی ان کو ایک درست سمت کی طرف گامزن رکھے، جس سے دین کے عملی پہلوؤں پر کوئی زد نہ آئے۔ وہ فعال، مؤثر شخصیت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کی تھی جنہوں نے نہ صرف تحریر کے ذریعے مسلمان کے نظریہ کا دفاع کیا بلکہ ایسے افراد، ادارے اور تنظیمیں بھی تیار کیں، جنہوں نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے نظریات کو نہ صرف مؤثر انداز سے پیش کیا، بلکہ ان کے لیے ایک علیحدہ ریاست کا حصول بھی ممکن کر دکھایا۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد شمس الدین سابق ڈین کلیہ آرٹس جامعہ کراچی فرماتے ہیں: ''امام احمد رضا نے ''دو قومی نظریہ'' کی عملی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنا وسیع حلقۂ عقیدت پیدا کیا اور ان کے اس عظیم حلقۂ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم کی بھرپور مدد کی۔ گویا اس طرح بالواسطہ آپ نے تحریک پاکستان کو تقویت بخشی۔ ۱''

مولانا احمد رضا خاں نے نہ صرف سیاسی نہج پر لوگوں کو تیار کیا بلکہ ان کی روحانی، اعتقادی اور دینی فکر کو بھی تو انا رکھا۔ کیونکہ آپ سیاستِ شرعیہ کے قائل تھے۔ اس ضمن میں آپ نے جو تحریریں رقم فرما کر قوم کے سامنے پیش کیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ انفس الفکر فی قربان البقر (سنِ تحریر ۱۸۸۰ء)
۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام (سنِ تحریر ۱۸۸۸ء)
۳۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۹۱۲ء)
۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۹۲۰ء)
۵۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۹۲۰ء)
۶۔ الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۱۹۲۱ء)

مولانا احمد رضا خاں نے جس زمانے میں سیاستِ شرعیہ کے حوالے سے مسلمانوں کی ملی زندگی میں رہنمائی کی، اس زمانے میں مسلم نظریہ کے حوالے سے دو بڑی شخصیات قائد اعظم محمد علی جناح (م ۱۹۴۸ء) اور ڈاکٹر محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء) ابھی باقاعدہ طور پر سیاست میں وارد نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان

دونوں شخصیات نے مسلمانوں کے نظریہ کا علم بیسویں صدی کے تیسرے عشرے یعنی ۱۹۲۰ء کے بعد بلند کیا جبکہ مولانا احمد رضا کی اس حوالے سے تحاریر کا سلسلہ ۱۸۸۰ء میں شروع ہو چکا تھا۔ اس حوالے سے سابق وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں: "سیاست میں ہم دو قومی نظریے کو علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح سے منسوب کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان کے ایک قوم ہونے کی مخالفت وتردید جس شد ومد سے امام احمد رضا خاں بریلوی نے کی کسی اور نے نہیں کی، یہ دونوں حضرات بھی اس معاملے میں ان کے مقتدی ہیں، ان کے رہنما نہیں"۔[۲]

مولانا احمد رضا اور آپ کے رفقا کی تحریک پاکستان میں جدوجہد کے حوالے سے معروف محقق محمد طفیل سالک لکھتے ہیں: "مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کے رفقا نے حصولِ آزادی اور پاکستان کی جدوجہد میں جس طرح نیشنلسٹ علما کے فسوں کے پردے کو تار تار کیا، اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اگر علامہ اقبال پاکستان کے نظریاتی باپ اور قائد اعظم کے پاکستان کے سیاسی باپ ہیں تو مولانا احمد رضا خاں بریلوی پاکستان کے روحانی باپ ہیں کہ ان کے عظیم رفقا کے تعاون کے بغیر پاکستان کی عظیم ترین اسلامی مملکت کبھی عالم وجود میں نہ آتی۔"[۳]

نظریۂ اسلام کی آبیاری اور ایک علیحدہ اسلامی ریاست کے لیے جس طرح مولانا احمد رضا خاں نے ہندو مسلم اتحاد کے پردے کو اپنے قلم کی نوک سے چاک کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اور قیام پاکستان سے قبل تحریک ترکِ موالات بڑی معروف تحاد یک تھیں، جن میں متحدہ قومیت کے علمبرداروں اور لیڈروں کے اتحاد کے مظاہرے ہر جگہ نظر آتے تھے۔ تحریکِ خلافت کا مقصد خلافت کی بقا اور اماکنِ مقدسہ کی حفاظت تھا، جبکہ تحریکِ ترکِ موالات انگریزوں سے ہندوستان میں ہر طرح کے قانونی، معاشی، تعلیمی اور معاشرتی بائیکاٹ کی تحریک تھی۔ تحریکِ خلافت خالصتاً ایک مسلمانوں کا مسئلہ تھا، لیکن گاندھی کا آگے بڑھ کر اس تحریک کی قیادت کرنا اور نیشنلسٹ علما کا گاندھی کی قیادت کو نہ صرف قبول کرنا بلکہ اس پر اطمینان کا اظہار کرنا، علمائے حق بالخصوص مولانا احمد رضا خاں کے لیے بڑی تشویش کا سبب تھا۔ اس حوالے سے معروف مؤرخ و محقق پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ تحریک خلافت اور اس کے مقاصد سے فی نفسہٖ فاضل بریلوی کو کوئی اختلاف نہ تھا، مگر اس کے طریقۂ کار سے سخت اختلاف تھا، سیاست جدیدہ میں مقاصد پر نظر رہتی ہے، ذرائع پر نہیں، مگر سیاستِ شرعیہ میں مقاصد اور ذرائع دونوں کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے مؤخر الذکر سیاست اوّل الذکر سیاست سے نہایت نازک ہے۔

فاضل بریلوی نے تحریکِ خلافت کے ذرائع پر سخت تنقید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعتراضات کیے۔ مشرکین سے ودادو اتحاد منایا گیا، انہیں معاہد اور حلیف بنایا گیا، انہیں راز دار اور دخیل کار ٹھرایا گیا۔ انہیں اپنا یار و مددگار اور خیر خواہ و غمگسار جانا۔ آپ پس رو بنے انہیں پیشوا مانا، ان کی بڑی تعظیمیں ہوتی رہیں، ان کی مدح میں سخت غلو اغراق کے گیت گائے جاتے رہے، انہیں مسجد میں لے جاکر واعظ مسلمین بنایا گیا۔ ان کی خوشی کے لیے شعائر اسلام کو مٹایا گیا۔ ایسا مذہب بنانے کی فکر کی جاتی ہے جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے۔"[۴]

فاضل بریلوی کے اعتراضات کے بعد ایک عام مسلمان بھی ان کی فکر سے آگاہ ہو جاتا ہے، لیکن وہ علما جو متحدہ قومیت کی نشو نما پر لگے ہوئے تھے ان کو یہ صدائے حق کس طرح گوارا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فاضل بریلوی کی اس حق گوئی اور اپنے دینی نظریہ پر استقامت کو "شدت" قرار دیا۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس راسخ العقیدگی اور اظہار حق کی روش کو ان کے تربیت یافتہ تلامذہ وخلفا نے بھی اپنا شعار بنایا۔ ان میں پروفیسر سید سلمان اشرف سید سلیمان اشرف جو ان تحریکوں کے ایام میں علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کے چیئر مین تھے اور مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ تھے، فکر رضا کے اظہار میں ڈٹ جانے پر مشکلات کے باوجود کس طرح ڈٹے رہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر احسان رشید صدیقی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کے والد پروفیسر رشید احمد صدیقی جو ان دنوں علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو میں پروفیسر تھے اور مولانا کے بڑے گرویدہ تھے۔ فرماتے ہیں: "۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے؛ ترکِ موالات کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے۔ "گائے کی قربانی" اور موالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اس زمانے کے

اختیارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ کیا جارہا ہے وہی سب کچھ ہے؛ یہی باتیں ٹھیک ہیں؛ ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ کالج میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی؛ مرحوم (مولانا سلیمان اشرف) معطون ہو رہے تھے، لیکن نہ چہرہ پر کوئی اثر تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ کہتے تھے رشید! دیکھو علما کس طرح لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا گھر گھر وندا بنار کھا ہے؟ بالآخر مولانا نے ان مباحث پر قلم اٹھایا اور دن رات نظم بر داشتہ لکھتے رہے۔ اکثر مجھے بٹھا کر سناتے اور فرماتے ہم تم زندہ رہے تو دیکھ لیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر! سیلاب گزر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا، لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا وہی حقیقت تھی۔ اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔ آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے، سارے علما سیلاب کی زد میں آچکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم رہے۔"۵

بیسویں صدی کے آغاز سے قیامِ پاکستان تک گاندھی، کانگریس اور دیگر ہندو رہنماؤں نے جس طرح برصغیر کے لوگوں کو اپنے نظریات کی طرف مائل رکھا اور کئی علما کہلوانے والے بھی جب ان کے فسوں کا شکار ہو گئے تو اس وقت صرف امام احمد رضا اور آپ کے خلفاء وتلامذہ ہی تھے جنہوں نے بزمِ کائنات میں چراغِ مصطفوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اجالا کیا اور مسلمانانِ برصغیر کو یہی درس دیا کہ:

بمصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

ملکِ پاکستان کے معروف دانشور، مصنف اور کالم نگار میاں عبد الرشید اس حوالے سے لکھتے ہیں: "گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور بینائی زائل ہو گئی تھی؛ مگر علامہ اقبال اور قائداعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور ہلڑ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی حضرت احمد رضا خاں کی تھی۔ آپ نے ان دنوں بھی زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہییں۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی؛ وہ صرف انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ ان دنوں چونکہ تقریباً سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی؛ لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پروپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔"۶

اس دور میں فکرِ رضا کو فروغ دینے والا مؤقر جریدہ "السواد الاعظم" بھی ایسے مضامین جو مسلم عوام کو ایک علیحدہ فکر، جو ان کے تشخص اور ان کے دینی مزاج کی حفاظت کے لیے ہوں، شائع کرتا رہا۔ مفتی محمد عمر نعیمی (۱۹۶۶ء) نظریۂ اسلام کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو حق پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مسلمانو! ہوشیار اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو۔ صراطِ مستقیم پر قائم رہو، جو علما بلادِ اسلامی کے ہم عقائد و ہم خیال ہیں ان کے دامنوں کو تھامو اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہو۔ کسی آندھی کا جھونکا، کسی طوفان کی لہر تم کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ دوستوں کے لباس میں آنے والے دشمن، ہمدردی و محبت کے گیت گا کر دل لبھانے والے خوں خوار، تم پر اپنا جادو نہ چلا سکیں؛ تم کو اپنے دام فریب میں لا کر تباہ نہ کر سکیں۔ یاد رکھو! سیاسی میدان میں جب کوئی تحریک چلتی ہے اور جذبات کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس وقت خود سمجھ میں آنا تو بڑی بات ہے۔ سمجھانے سے بھی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ یہی کیفیت تحریکِ خلافت میں پیش آئی تھی۔ ایک طرف بے تیغ و تفنگ جہاد کی تیاریاں اور دوسری طرف میلوں، ٹھیلوں میں عیش کوشیاں، قول و عمل کے اس تضاد سے درد مندوں کو اس تحریک سے کچھ شبہ سا ہوا اور مستقبل نے صاف صاف بتا دیا کہ یہ شبہ صحیح تھا۔"۷

مولانا احمد رضا خاں کی خالص دینی فکر کے نتیجے میں جنوبی ایشیا میں بڑی بڑی علمی، تحریکی، تنظیمی، سیاسی، روحانی شخصیات اور رسائل و جرائد آپ کے نظریۂ دین وسیاست کے حامی و مؤید بن گئے۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں "الجمیعۃ المرکزیۃ العالیہ" یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس جیسی فعال تنظیم معرضِ وجود میں آئی، جس کے پہلے اجلاس میں صدارتی خطبہ مولانا حامد رضا خاں نے پڑھا۔ اپنے قیام سے لے کر ۱۹۴۶ء تک برصغیر کے مسلمانوں کے عقائد کے ساتھ

ساتھ ان کے معاشرتی وسیاسی افکار کی بھی تہذیب کی اور ایک علیحدہ ریاست کی تکمیل کے مراحل میں آسانیاں پیدا کیں اور مطالبہ پاکستان میں قائداعظم کا ہمنوا بنایا۔

اس تنظیم کا قیامِ پاکستان سے ایک سال قبل ایک اجتماع ہوا، جس کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس اجتماع میں ایک مشترکہ قرارداد کے ذریعے یہ اعلان کیا گیا کہ:"آل انڈیا سنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علما ومشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآنِ حکیم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو"۔۸

ہندوستان کی تاریخ میں تحریک شدھی اور تحریک سنگھٹن دو انتہائی شدید اور متعصبانہ تحریکیں تھیں، جو ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو بنانے کے لیے شروع کی گئیں۔اس تحریک میں جس طرح مولانا احمد رضا خاں کے تلامذہ وخلفا نے حصّہ لیا یہ ان ہی کا خاصہ ہے۔انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کی دولتِ ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی فکری، عملی، مالی، جسمانی، روحانی، سماجی اور تمام تر قوتوں کے ساتھ اس فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے، ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور بھیس بدل کر جو اشاعت اسلام کی کوشش کی گئی، اس سے پچاس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔۹

ایچ بی خان "برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علما کا کردار" میں جماعت مبارکہ "رضائے مصطفیٰ بریلی" کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"۱۹۲۲ء کے آخر میں اس فتنہ (ارتداد) نے باقاعدہ ایک ملک گیر مہم کی شکل اختیار کرلی تھی اور ایسی صورتِ حال میں اہلِ اسلام پر عموماً اور علماءِ کرام پر خصوصاً یہ ذمّے داری عائد ہوتی تھی کی اس فتنے کا سدِّباب کریں،اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے "جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی" نے سب سے پہلے علما کا وفد روانہ کیا، جو دس ارکان پر مشتمل تھا۔یہ وفد ان علاقوں میں گیا جہاں نو مسلم راجپوت آباد تھے۔یہ وفد جنوری ۱۹۲۳ء میں سب سے پہلے میرٹھ کے علاقوں میں گیا۔ان علاقوں میں چار لاکھ افراد کے گمراہ ہونے کا خطرہ درپیش تھا۔اس وفد نے گمراہ ہونے والے افراد کو وعظ وتلقین کے ذریعے دعوتِ اسلام دے کر دوبارہ نظامِ اسلام کی طرف رجوع ہونے کے لیے آمادہ کیا۔"۱۰

مولانا احمد رضا خاں کا سب سے بڑا کارنامہ امّتِ مسلمہ کے قلب وفکر میں عشقِ مصطفوی کی شمع کو فروزاں کرنا ہے۔اس دورِ ناآسودہ حال میں جبکہ محبت رسول کو ایک وقتی جذبہ قرار دے کر اہلِ ایمان کے قلوب سے روحِ محمد ﷺ کو نکالنے کی کوشش کی جارہی تھی۔مولانا احمد رضا خاں تنِ تنہا عظمتِ رسول ﷺ کے پاسبان بن کر نہ صرف ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے محافظ بنے، بلکہ مسلمان کا آقائے نامدار سے رشتۂ غلامی جو اس دور میں کمزور ہوتا جارہا تھا اس کو بھی مضبوط کیا۔اس حوالے سے محمد چراغ "اکابرین تحریک پاکستان" میں لکھتے ہیں:"پاک وہند میں علامہ اقبال اپنے ترانوں اور شاعری میں مسلمانوں کو اتحاد واتفاق کا سبق دے رہے تھے۔وہاں پر مولانا احمد رضا بریلوی ہندوستان کے طول وعرض میں مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے چراغ روشن کررہے تھے۔بعض حوالوں سے مولانا احمد رضا خاں اور علامہ اقبال عشقِ رسول ﷺ میں ہم نوا اور ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔"۱۱

مولانا احمد رضا کے فکری اسلوب کے مطابق آپ کے بعد آپ کے رفقا، تلامذہ اور خلفا نے مسلمانوں کو متحد رکھنے کی بھرپور سعی کی اور علیحدہ وطن کے حصول کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس حوالے سے میاں عبدالرشید لکھتے ہیں: When the Pakistan Resolution was passed in 1940, the efforts of Hazra Barelvi bore fruit and spiritual leaders rose as one man to support the Pakistan Movement. Thus, the contribution of Hazrat baralvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-e-Azam.۱۲

(ترجمہ)"۱۹۴۰ء میں جب تحریکِ پاکستان کی قرارداد پاس ہوئی تو حضرت امام احمد رضا بریلوی کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔جبکہ عقیدت مندوں اور پیروکاروں بشمول علما ومشائخ نے یک جان ہوکر تحریک پاکستان کی حمایت کی۔لہٰذا تحریکِ پاکستان میں حضرت بریلوی کا کردار علامہ اقبال اور قائداعظم سے کسی طرح بھی کم نہیں۔"

امام احمد رضا بریلوی نے جس دور میں کھل کر اسلامی عقائد کے

(باقی صفحہ نمبر4پر ملاحظہ فرمائے)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات

ڈاکٹر محمد حسن امام (وفاقی اُردو یونیورسٹی، پاکستان)

Abstract: Undoubtedly, coming in being of Pakistan was a great event. It was an astonishing revolution according to its effect & conclusions. Actually, Pakistan was neither made because of any need of time & expedience nor a support of any party (Person) or Power and result of conspiracy. But it was achievement of continuous mental and intellectual & practical efforts. Further it was a logical result of continuous events & situation after 1857. Then there is not only a single moment, so many moments and activities were behind this revolution. But this is the reality that religious, political, traditional, cultural, social, economical, psychological activities were also behind the aim of Pakistan was never only to divide Hind. The Muslims have their own culture and their own civilization. Hence the Muslims should get a state in the Muslim majority areas where they may be able to Cultivate their religious and moral tradition. In 1925 the all India Sunni Conference took place at Muradabad. According to its plan the Muslim majority provinces of the sub-continent were to be made a separate unit with a Muslim Government.

ہم عصر علما اور بعض مشاہیر علماء معاصرین

علامہ سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ

سندھ کے "پیر پگارا" خاندان نے تحریک پاکستان میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں اُن کے ذکر کیے بغیر پاکستان کی تاریخ نامکمل رہ جاتی ہے۔ اِسی خاندان کے پیروکاروں میں بھرچونڈی شریف ضلع سکھر کی خانقاہ بھی ہے۔ اس خانقاہ کے شیخ ثالث حضرت پیر عبدالرحمٰن کے خلیفۂ خاص علامہ سیّد مغفور القادری نے اپنے مرشد کی معیّت میں جو نمایاں خدمات سر انجام دیں ان سے اغماض کسی بھی طرح ممکن نہیں۔

حضرت علامہ سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۶ھ میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت سیّد سردار احمد قادری اور جد امجد حضرت سیّد محمد جعفر شاہ علیہما الرحمۃ تھے۔[1] جن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ سیّد عثمان مروندی المعروف "لعل شہباز قلندر" مدفون سیہون شریف (سندھ) تک جا پہنچتا ہے۔ مادری سلسلۂ نسب "اوچ شریف" کے مشہورِ زمانہ بخاری خاندان سے ملتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد شکار پور سندھ سے نقل مکانی کرکے ریاستِ بہاولپور میں وارد ہوئے اور بعد میں آپ کے جدّ امجد "نوابین گڑھی" کے اِصرار پر یہاں آکر آباد ہوگئے تھے اور حکومت بہاولپور کے ایک قاضی کی ایک دختر سے آپ کی نسبت طے ہوگئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ گھرانہ "گڑھی اختیار خاں، ضلع رحیم یار خان ہی میں سکونت پزیر ہے اور یہاں کے لوگوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔

ابتدائی طور پر والدِ ماجد نے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مکتب میں داخل کیا اور خود سفر حجاز پر روانہ ہوگئے۔ نو برس کی عمر میں آپ نے قرآنِ مجید حفظ کرلیا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ کتبِ فارسی مولانا محمد حیات گڑھی والے اور جامع معقول و منقول مولانا عبدالکریم ہزاروی ثم بھر چونڈی سے پڑھ کر "ریاست بہاولپور" کی مشہور علمی درس گاہ مدرسہ شمس العلوم میں اور پھر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن بیلوی سے تکمیلِ علوم فرمائی۔ تقریباً بائیس برس کی عمر میں تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر حضرت بھرچونڈی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

آپ نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق بھرچونڈی شریف کی درس گاہ میں تدریس و اِفتاء کی مسند سنبھالی اور اس طرح سندھ اور بیرونِ سندھ کے ہزاروں طلباء ان سے فیض یاب ہوئے۔ بھرچونڈی شریف کے چوتھے سجادہ نشین حضرت پیر عبدالرحیم شہید نے بھی آپ ہی سے تکمیلِ علوم فرمائی علاوہ ازیں آپ پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی کے ساتھ سندھ میں تبلیغی دوروں کے سلسلے میں ان کے رفیقِ سفر رہے۔

حضرت علامہ سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ماہرِ تعلیم تھے بلکہ بہت بڑے انشا پرداز اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے جب حضرت محدث اعظم ہند سیّد محمد شاہ الجیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو فارسی زبان میں خطوط لکھے تو حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے اور بھرچونڈی شریف آتے ہی حضرت سے ملاقات کی

خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا حضرت آپ کی ادبی تحریروں اور خوش نویسی کے بلند پایہ معیار نے تو متقدمین کی یاد تازہ کر دی ہے۔ آپ کی زندگی بہت فعال اور مجاہدانہ تھی آپ کی سرشت میں مجاہدانہ زندگی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

تحریکِ پاکستان میں حصّہ

تحریکِ پاکستان کا شور بلند ہوا تو کانگریسی علما (مولانا حسین احمد دیو بندی مدنی اور ابو الکلام آزادؔ وغیرہ) "ملت از وطن است" کا نغمہ الاپ رہے تھے کہ اُدھر علمائے اہلِ سنّت ومشائخ عظام دو قومی نظریہ کی تبلیغ و حمایت میں کمر بستہ ہو کر سر دھڑ کی بازی لگانے پر آمادہ تھے۔[۲] آپ نے اپنے مرشد پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی کو آمادہ کیا کہ سندھ میں کانگریس کا زور توڑنے کے لیے مسلمانوں کی تنظیم کی جائے چنانچہ سندھ کے دردمند اصحاب کی میٹنگ بلاکر جماعت "احیاء الاسلام" کا اعلان کر دیا گیا دستور کو مستقل قومی حیثیت دے کر اسلامی ریاست کے اُصول پر ساری مساعی کا دارومدار رکھا گیا۔ جماعت کے پروگرام اور تعارف کے لیے دھڑا دھڑ لٹریچر چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اسی سلسلے میں سندھ پرنٹنگ پریس خریدا اور جماعت کا اخبار "الجامعۃ" کے نام سے شکار پور سندھ سے جاری کیا جس میں نہایت حکیمانہ انداز میں مضامین لکھ کر رائے عامّہ کو اندرونی طور پر مسلم لیگ کے حق میں ہموار کرنا شروع کر دیا۔ پھر با قاعدہ پروگرام کے تحت جماعتی سطح پر کانفرنسوں کے انعقاد اور وفود کے ذریعے نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ جیکب آباد سندھ میں ایک تاریخی کانفرنس ہوئی، جس کی صدائے بازگشت اب بھی جیکب آباد کے گلی کوچوں میں سنی جاتی ہے۔ سکھر، لاڑکانہ، شکار پور ایسے مرکزی مقدمات پر تاریخی جلسے کیے؛ ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ اور ہینڈ بل تقسیم کیے۔ آپ کی ان کاوشوں اور سیاسی بصیرت نے سندھ کے عوام کو آپ کی جماعت کا گرویدہ بنا دیا۔ ابھی تک جماعت کے ریکارڈ میں ایسے پمفلٹ وغیرہ موجود ہیں جو آپ کی حکمت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

سندھ میں لوگ ابھی تک مسلم لیگ سے پوری طرح متعارف نہیں ہوئے تھے کہ محمد ایوب کھوڑو، الحاج عبداللہ ہارون اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے مسلم لیگ کی طرف سے کراچی میں ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد کیا، جس میں قائدِ اعظم، قائدِ ملّت لیاقت علی خاں اور نواب اسمٰعیل خاں مرحوم کے علاوہ بہت سے اکابرینِ ملت شریک ہوئے۔ "احیاء الاسلام" کے نائب صدر کی حیثیت سے آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ ": مسلم لیگ برّصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے، لہٰذا ہم اپنی تمام تر قوت و طاقت اور جماعت "احیاء الاسلام" کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں اور احیاء الاسلام کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے پانچ ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہوتے ہیں۔"[۳]

یہ اعلان آپ نے قائدِ اعظم کی اس یقین دہانی اور گفت و شنید کے بعد کیا تھا کہ ہمارا یہ پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست ہوگا، جہاں صرف کتاب و سنّت کی حکمرانی ہوگی۔

مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد آپ عملی طور پر مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے دامے درمے قدمے، قلمے اور سخنے میدان میں نکل آئے۔ آپ نے حیدر آباد کو اپنا مسکن بنایا اور "تنظیم المشائخ" کے نام سے مشائخ کی ایک جماعت بنائی تاکہ سندھ کے مشائخ کو اکٹھا کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لایا جاسکے۔ آخر کار ایک کنونشن میں سندھ کے تمام سجادہ نشین حضرات کو بلایا اور مسلم لیگ کا منشور پیش کیا، چنانچہ آپ کی کوششوں سے اکثر سجادہ نشین حضرات مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔

۱۹۴۶ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی اور محدث اعظم ہند مولانا سیّد محمد الجیلانی کچھوچھوی کی کوششوں سے ۲۷ تا ۳۰ اپریل بنارس میں حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی زیرِ صدارت "آل انڈیا سنی کانفرنس" منعقد ہوئی جس کا مقصد دو قومی نظریہ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت تھا۔[۴] آپ حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ایک سو افراد کا وفد لے کر سندھ کی نمائندگی کے لیے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ خصوصی میٹنگوں اور ضروری مشوروں میں شرکت فرمائی اور مفید تجاویز پیش کیں۔ بعد ازاں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ فرمایا اور اسی دوران بریلی شریف حاضر ہوئے اور سیّدی وسندی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے آستانۂ مبارکہ پر حاضری دی۔

قیامِ پاکستان سے قبل سکھر میں دریائے سندھ کے کنارے پر

واقع مسجد منزل گاہ پر ہندوؤں نے قبضہ کرنا چاہا تو یہ مسئلہ آگ کی طرح پھیل گیا اور سیاسی کشیدگی نے فضا کو مزید خراب کر دیا۔ حکومت نے ہندوؤں کی حمایت میں مداخلت کرنا چاہی تو مجاہدینِ اسلام کے صفِ اوّل کے رہ نماؤں نے، جن میں پیر عبدالرحمٰن بھر چونڈی اور سیّد علامہ مغفور القادری بھی شامل تھے، میدان میں آکر مردانہ وار انگریزی حکومت کا مقابلہ کیا۔ حکومت نے ہر طرح سختی سے کام لیا، مگر حق پرستوں نے کبھی سر نہ جُھکایا اور پھر تنگ آکر حکومت نے ایک تحقیقاتی بورڈ قائم کیا، جس نے رپورٹ دی کہ یہ مسجد ہے اور مسلمانوں کو ملنی چاہیے۔ چنانچہ یہ مسجد مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ یہ آپ کی دلیری، شجاعت اور فہم و فراست کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں ان میں سے چند ایک کا تعارف پیشِ خدمت ہے۔

✱ عباد الرحمٰن (تذکرہ مشائخ بھر چونڈی شریف) یہ خانقاہ بھر چونڈی شریف کے مشائخ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جہاں علمی و ادبی چٹخارہ موجود ہے، وہاں تصوّف کی تاریخ میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے، حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے اس کا دیباچہ لکھا ہے۔

✱ تنویر العینین فی تقبیل الابہامین (غیر مطبوعہ) سندھی زبان میں احادیث اور اقوالِ سلف سے ثابت کیا گیا ہے کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب اور سنّت صدیقی ہے۔ آپ نے مذکورہ مسئلے کے ثبوت میں قوی استدلالت کے ذریعے مخالفین کولا جواب کر دیا ہے۔

✱ (غیر مطبوعہ) حضور سیّد عالم ﷺ کے مقامِ رسالت اور عظمتِ رسول پر ایک مجمل مگر مکمل رسالہ ہے۔

✱ کلامِ مغفور (غیر مطبوعہ) اس میں عربی فارسی، اُردو سرائیکی زبانوں میں آپ کا منظوم کلام ہے۔

✱ اس کے علاوہ مختلف مضامین بعض کتب پر حواشی، پسندیدہ شعرا کا منتخب کلام غیر مطبوعہ صورت میں آپ کے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہیں۔

آپ ایک جادو بیان خطیب بھی تھے۔ آپ کی تقاریر کا موضوع عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہوتا تھا۔ مثنوی مولانا روم کے حافظ تھے اور مثنوی شریف پڑھتے وقت آپ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ تقریر میں ایسا سوز و گداز ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل انسان بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکتا تھا۔ ہر سال عیدِ میلاد النبی ﷺ بڑے تزک و احتشام سے مناتے تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے شعر کہے تھے نعت گوئی کے لیے نہایت موزوں طبع پائی تھی ابتدائی دور میں آپ کا تخلص ساغر تھا پھر مغفور اور غفیر تخلص فرمانے لگے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب با صلاحیت اور علومِ دینیہ سے بہرہ ور ہیں:

✱ علامہ سیّد کاظمی القادری
✱ سیّد فاروق القادری ایم اے عربی، اسلامیات
✱ سیّد سرمد منصور
✱ سیّد بو علی

حضرت کے وصال سے دس سال قبل (ذیابیطس) ایسا موذی مرض لاحق ہو گیا۔ علاج جاری رہا، مگر آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی اور بالآخر اسی مرض میں ۵ر صفر المظفر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ر اپریل ۱۹۷۰ء بروز اتوار پانچ بج کر سترہ منٹ پر آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن [۵]

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی بن خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس العارفین شمس الدین ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ کو سیال شریف ضلع سرگودھا پنجاب میں پیدا ہوئے۔[۶] ابتدائی تعلیم خانقاہ کے مدرسہ ضیاء شمس العلوم کے اساتذہ اور والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۴۶ھ میں اجمیر شریف پہنچے اور دارالعلوم معینیہ میں داخل ہو کر مولانا معین الدین اجمیری سے تلمذ حاصل کیا۔ ۱۳۴۶ھ ہی میں چندماہ کے لیے حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد نے مولانا اجمیری کو سیال شریف بلا لیا تو آپ بھی ساتھ آگئے اور پوری توجہ سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ۱۳۵۱ھ میں تکمیل درسیات میں دورہ صحاح ستہ کے بعد سند فراغت پائی۔ ۱۳۵٦ھ میں حج بیت اللہ کے موقع پر علماءِ حرمین سے بھی اَسنادِ حدیث و فقہ حاصل کیں۔

تحریکِ پاکستان میں خدمات

خواجہ صاحب نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے علاوہ سیاسی رہنمائی بھی فرمائی آپ نے علماءِ حق کے ساتھ مل کر آزادی وطن کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس کی "آل انڈیا سنی کانفرنس" میں شرکت کے بعد حصولِ آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں مصروف ہوگئے۔[۷] اس تحریک سے پہلے انگریز نے آپ کو طرح طرح کی لالچ دے کر کلمۂ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر آپ ان کے دامِ تزویر میں ہر گز نہ آئے۔ حکومت پنجاب کی سفارش پر ملک معظم نے آپ کو ہائی نس کا اعلیٰ خطاب پیش کیا، مگر آپ نے اس چٹھی ہی کو نذر آتش کر دیا جس میں یہ پیش کش کی گئی تھی۔

جب انگریزی حکومت لالچ دے کر آپ کا ایمان نہ خرید سکی تو پھر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں نہ بیٹھا جاسکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جاسکتی تھی۔ پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کرلی گئی۔ جب اس پر بھی مردِ حق نے سر نہ جھکایا تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تاکہ آپ تحریک پاکستان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں، لیکن آپ نے انگریز کی ساری کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا:"عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔"[۸]

سرگودھا کے "ٹوانوں" کے ساتھ آپ کے مراسم بہت اچھے تھے مگر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر اُنہیں بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ حکیم آفتاب احمد قریشی یوں رقمطراز ہیں:"مشائخ میں سیال شریف (سرگودھا) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی نے تحریک پاکستان کی بڑی سرگرم حمایت کی۔ سیال شریف سرگودھا کی مشہور گدی ہے، جس کے عقیدت مند تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس خاندان کا سرگودھا میں بڑا اثر تھا "ٹوانے" تو کئی پشتوں سے اس خاندان کے مرید چلے آرہے تھے اور ان کے خواجہ صاحب سے بڑے گہرے روابط تھے؛ آپ نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی پُرزور حمایت کی اور صوبہ بھر کا دورہ کیا اور اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی اُمیدواروں کو ووٹ دیں۔

پاکستان بنا تو آپ نے قائداعظم کو ایک خط لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں اس پر قائداعظم نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔"[۹]

شہید ملت لیاقت علی خاں جب آپ سے ملنے سرگودھا تشریف لائے تو آپ نے دو گھنٹے تک ان سے اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو کی اور اپنی بات چیت کے دوران ان سے استفسار کیا کہ اسلامی آئین کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے اس پر لیاقت علی خاں مرحوم نے فرمایا:"مشرقی اور مغربی پاکستان میں رابطہ اور تعلق اسلام ہی سے ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ایک لڑی میں منسلک ہیں۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا ہے؛ اس لیے ہم اسلامی آئین یہاں نافذ کر کے ہی دم لیں گے۔"لیکن افسوس قائداعظم اور شہید ملت لیاقت علی خاں یہ حسرت دل ہی میں لیے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

تحریکِ پاکستان کے لیے جدوجہد

تحریک پاکستان کے سلسلے میں ۳؍مئی ۱۹۴۶ء کو شاہی مسجد لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کا ساٹھواں سالانہ اجلاس آپ ہی کے زیرِ صدارت شروع ہوا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی قادری ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیامِ پاکستان میں مضمر ہے۔ پاکستان اب دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے۔ ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لیے یا تو پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے دو ٹوک فیصلے کی گھڑی آپہنچی ہے۔ ہم پاکستان کی راہ کے ہر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ وزارتی مشن کو تنبیہہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت المناک ہوں گے۔[۱۰]

۴؍مئی ۱۹۴۶ء کو انجمن نعمانیہ کے سالانہ اجلاس کی نشست

اسلامیہ کالج ہی کے میدان میں منعقد ہوئی حضرت پیر صاحب مانکی شریف (صوبہ سرحد) نے سہ پہر کی نشست کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا عارف اللہ صاحب میرٹھی اور مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے تقریریں کیں اور پاکستان کی حمایت میں قرار دادیں پاس کرائیں۔ حضرت شیخ الاسلام کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے صحیح عاشق صادق تھے۔

وفات

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہوگئے اور ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔[۱۱]

مفتی سیّد مسعود علی قادری

مفتی سیّد مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں یوپی کے مشہور شہر علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔[۱۲] آپ کے والد ماجد حافظ سیّد احمد علی بن سیّد قاسم علی بن سیّد ہاشم علی نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ میں بھیجا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف میں حاصل کی اور عربی تعلیم ۱۹۱۹ء میں مدرسہ لطفیہ جامع مسجد علی گڑھ میں شروع کی۔ ۱۹۲۱ء میں ضلع علی گڑھ میں نواب ابو بکر خاں شیروانی کے قائم کردہ مدرسہ عربی میں اکتساب علم کیا اور ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء مدرسہ عالیہ رام پور میں جامع المعقول والمنقول علامہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے مولانا افضال الحق خیر آبادی سے تعلیم حاصل کرکے سندِ فراغت حاصل کی۔[۱۳]

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک مدرسہ نعمانیہ دہلی اور ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۰ء تک مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں تدریس وافتاء اور انتظامی اُمور کے فرائض سر انجام دیے۔ ۱۹۵۱ء میں پاکستان آگئے اور ۱۹۷۰ء تک آپ مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں تدریس وافتاء کے علاوہ انتظامی خدمات بھی سر انجام دیے۔ ۱۹۷۰ء میں پُرانے مرض ذیابیطس کی زیادتی کے باعث اپنے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر جسٹس سیّد شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی گزارش پر مع اہل وعیال کراچی منتقل ہوگئے۔ یہاں دارالعلوم امجدیہ میں مستند تدریس وافتاء سنبھالی اور ساتھ ہی مسجد قصاباں صدر میں خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کیے جو آخر حیات تک باقی رہے۔

تحریکِ پاکستان سے کردار

حضرت مفتی صاحب نے تحریک پاکستان میں بھی بھر پور حصّہ لیا۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں تدریسی فرائض سر انجام دیے۔ اسی نسبت سے مولانا عبدالحامد بدایونی کے رفیقِ کار رہے اکثر جلسوں میں مولانا موصوف کے ساتھ تقریریں فرمایا کرتے آل انڈیا سنی کانفرنس سے منسلک ہوتے ہوئے بھی آپ کٹر مسلم لیگی تھے آپ کے بڑے صاحبزادے مبلغ اسلام حضرت مولانا سیّد سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ اُنہوں نے تحریک پاکستان کے واقعات بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ''اس زمانہ میں مجھے ان علماء اور مسلمانوں پر حیرت ہوتی تھی جو اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی کوششوں سے ہندوؤں (کانگریس) کو فائدہ پہنچاتے تھے۔''[۱۴]

حضرت مفتی صاحب ۱۹۴۱ء میں دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لے گئے تھے؛ وہاں آپ درس و تدریس کی ذمّہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں جاکر مسلم لیگ کے لیے کام کرتے تھے اور قیام پاکستان تک آزادی حاصل کرنے کے لیے میدان عمل میں مصروف کار رہے۔ اس دوران نامعلوم کتنی رکاوٹیں ان کی راہ میں حائل ہوئیں مگر آپ کے آہنی عزائم کو متزلزل نہ کر سکیں۔

۱۹۵۰ء میں جب آپ ملتان تشریف لے آئے سنیوں کی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء پاکستان کے احیاء کی کوششیں ہوچکی تھیں آپ بھی ان میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ جمعیت علماء پاکستان ۱۹۷۰ء میں جب از سرِنو میدان میں آئی تو آپ کو مرکزی مجلس شوریٰ کا رُکن اور ملتان جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات ملتان کے وقت مولانا حامد علی خاں رحمۃ اللہ علیہ رام پوری آپ ہی کی تحریک پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے اور آپ ان کے تمام انتخابی جلسوں میں علالت کے باوجود شریک ہوتے رہے اور انتخابی اُمور کے لیے شب و روز کام کرتے رہے۔

آپ نے ۹ فروری ۱۹۷۳ء مطابق ۵ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کو مسجد

قصابان صدر میں نمازِ جمعہ پڑھائی اور حسبِ معمول تقریر بھی فرمائی۔ جمعہ کے بعد حسب عادت کھانا تناول فرمایا تھوڑی دیر کے بعد دل کا دورہ پڑا اور بغیر کسی اضطرابی کیفیت کے پُر سکون انداز میں جانِ جاں آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

''خلش آب غم مولانا مفتی سیّد مسعود علی قادری'' ''۱۹۷۳ء/ ۱۳۹۳ھ' آپ نارتھ ناظم آباد، سخی حسن قبرستان میں مدفون ہوئے۔ [۱۵]

مولانا آزاد سبحانی

مولانا کا اصل نام عبدالقادر تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں سکندر پور ضلع بلیلا (یوپی) میں ہوئی۔ آپ فلسفۂ الٰہیات کے فاضل، وسیع النظر عالم، سحر بیاں خطیب اور شاعر تھے۔ پہلے پہل ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں فتنۂ ارتداد بہ پا کیا۔ اس کچلنے کو کچلنے میں آپ نے شب وروز بڑی محنت سے کام کیا۔ یہ وہی فتنہ تھا جس کو ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شدھی کے نام سے سوامی شردھانند نے اُبھارا۔ اس فتنے کے استیصال کے لیے آپ نے کانپور میں ۱۳ ستمبر ۱۹۰۸ء کو مدرسہ الٰہیات قائم کرکے بے شمار مبلغ پیدا کیے۔ [۱۶]

آپ نے تحریکِ خلافت، ترکِ موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہوکر آزادیٔ وطن کے لیے سرگرم حصّہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کردیا، ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ طبقان کی ریاستیں متحد ہوکر ترکیہ پر حملہ آور ہوئیں تاکہ اسلام اور مملکت ترکی کو یورپ کے نقشے سے مٹاڈالیں۔ دوسری طرف ہند میں برطانوی راج کے ہاتھوں مسلمان پستے چلے جارہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوچکا تھا۔ اسی زمانے میں مسجد مچھلی بازار کانپور کے منہدم کرنے کا واقعہ پیش آیا۔

قصّہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصّہ جو وضو خانہ تھا بیچ میں آگیا اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اسے زبردستی منہدم کردیا گیا؛ حالانکہ مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا جس کو بچاکر یہ سڑک نکالی گئی۔ اس نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی، مسلمانانِ کانپور نے مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ آپ کی تقریر سے جلسے میں کافی جوش وخروش پیدا ہوا جلسے کے بعد پرجوش مسلمانوں نے جن میں بچے بوڑھے سبھی شامل تھے مسجد کا رُخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹیں چن چن کر رکھنے لگے۔

مسٹر بٹلر ڈپٹی کمشنر کانپور نے سکھ فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے برچھے مارے۔ شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے شہدا کی صحیح تعداد کا پتہ نہ چل سکا، سرکاری اندازہ بیس آدمیوں کا تھا۔ اس خونی سانحے نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگادی۔ اس سانحے کے موقع پر آزاد سبحانی نے سب سے پہلے ملک میں آواز اٹھائی۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے مسلمان علماءِ کرام اور رہنما گرفتار کرلیے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہوگئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصّے کو جو شہید کیا گیا ہے قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا۔

مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان گیا تاکہ حکومت برطانیہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جاسکے۔ اس وفد میں مولانا محمد علی جوہر اور وزیر حسن شامل تھے۔ ان کی کوششوں سے لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے) اور سر علی امام (لاء ممبر) کانپور پہنچے اور اس مسئلے کا تصفیہ کیا۔ حکومت نے مولانا کو معافی نامہ پیش کرنے کی شرط پر رہائی کا پیغام بھیجا مگر اُنہوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا اور قیدوبند کی صعوبتوں کو گلے لگایا، آپ کی جائیداد کو نیلام کردیا گیا۔ آپ نے سب کچھ برداشت کیا، مگر راہِ حق کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑا۔ [۱۷]

کلکتہ میں جب سیاسی اختلافات کے سبب مسلمانوں کی اکثریت نے مولوی ابو الکلام آزاد کی اقتدا میں نمازِ عیدین پڑھنے سے انکار کردیا تو ان کی جگہ مولانا آزاد سبحانی نے دوسال تک امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دیے۔ مولانا کے خطبے عام طور پر عالمانہ اور محققانہ ہوتے تھے۔ [۱۸]

۱۹۴۵ء میں آپ نے حکومتِ ربانیہ کے نام سے ایک روحانی اور اصلاحی تحریک شروع کی اور گورکھپور سے ایک رسالہ ''روحانیت'' کے نام سے نکالا جو ڈیڑھ سال بعد بند ہوگیا۔ آپ نے

سیاسی موضوع پر آزادی اور مالا بار دو پلانامی دو کتابیں لکھیں۔ روحانیت اور مذہب کے موضوع پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔[۱۹]

آپ کی زندگی نہایت سادہ مگر پُر وقار تھی، حق گوئی و بیباکی آپ کا شیوہ تھا۔ تحریکِ آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کی تقاریر نہایت پُر تاثیر ہوتی تھیں، جب آپ میلاد کی محفلیں پڑھا کرتے تو مخالفین بھی شریکِ محفل ہوا کرتے تھے۔[۲۰]

۱۹۳۵ء (ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ) میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سال ہندوستان سے مندرجہ ذیل مشاہیر بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے:

* مولانا معین الدین اجمیری (اُستاذ حضرت شیخ الاسلام سیالوی)
* مولانا عبدالقدیر بدایونی
* مولانا حسرت موہانی
* مولانا مظہر الدین[۲۱]

آپ ۲۴ جون ۱۹۵۷ء کو علالت کے باعث لکھنؤ کے بلرام پور ہسپتال میں اس دنیائے فانی سے رُخصت ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، کچی باغ گور کھپور میں مدفن بنا۔[۲۲]

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم علی چشتی ۱۶/اگست ۱۹۱۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام افتخار احمد تھا۔[۲۳] والدِ گرامی کا نام مولوی محرم علی چشتی تھا جو لاہور کے بہت بڑے سیاستدان، وکیل اور اخبار نویس تھے۔ ان کی ایک کتاب اسلامی زندگی کا دنیوی پہلو شہرتِ دوام حاصل کر چکی ہے۔ ۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کو لاہور میں مدفون ہوئے۔[۲۴]

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں بی اے کرنے کے بعد ۴۲ و ۱۹۴۱ء میں شعبۂ صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ڈپلوما اِن جرنلزم کیا اور اوّل پوزیشن حاصل کی؛ پھر ایل ایل بی کیا[۲۵] طبیعت شروع ہی سے سیاست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ قائم کی اور ۱۹۳۷ء میں اس کا نصب العین خلافتِ پاکستان قرار دیا۔ خلافتِ پاکستان کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی، آگرہ، لکھنؤ گنگا جمنا کا طاس ایک کاریڈور یعنی خطۂ اتصال کی شکل میں بنگال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی؛ علامہ اقبال اس کے روحانی سرپرست تھے اور چشتی صاحب مرحوم اس کے جنرل سیکریٹری تھے۔ نیز اس زمانے میں ان کا تعارف ایک بہترین Debater کی حیثیت سے ہوتا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں جب مولانا عبدالستار خاں نیازی نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت سنبھالی تو چشتی صاحب اس کے سیکریٹری جنرل اور ناظمِ اُمورِ خارجہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے ان کے مشورے سے آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے خلافتِ پاکستان اسکیم پیش کی۔[۲۶] ۱۹۴۱ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی جس میں خلافتِ پاکستان کا منشور اور حصول کا طریقۂ کار پیش کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں چشتی صاحب مرحوم کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب پیر پاکستان کی تعبیر پاکستان (پاکستان کیا ہے؟ کیسے بنے گا اور ہوگا کیا؟ میاں محمد شفیع (م ش) مولانا نیازی نے شائع کی اور وہ ۱۹۴۸ء میں تحریکِ خلافتِ پاکستان کے اسامی رُکن بن گئے اور ہفتہ وار اخبار خلافتِ پاکستان جاری کیا۔ چشتی صاحب اس اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ نیازی صاحب مدیر مسئول اور چشتی صاحب نگرانِ اعلیٰ تھے۔ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ممتاز قائدین میں چشتی صاحب مرحوم کے علاوہ مولانا عبدالستار خاں نیازی، جناب حمید نظامی، میاں محمد شفیع، شیخ انوارالحق (حال جسٹس سپریم کورٹ)، ذکی الدین پال (حال جج ہائی کورٹ)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ، ملک ظفر اللہ خاں، حکیم محمد انور بابری، ڈاکٹر عبد السلام خورشید اور مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلبہ کی تنظیم کے ذریعے تحریکِ پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برّصغیر پاک و ہند میں خلافتِ پاکستان کے نظریہ کو مقبول بنانے میں شبانہ روز کوشش کی۔ خلافتِ پاکستان اسکیم پر مشتمل نقشہ انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ نے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا، جو عرصہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا۔[۲۷]

۱۹۴۱ء میں آپ نے تحریکِ رفاقت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ۱۹۴۶ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر خضر حیات نے تحریکِ رفاقت کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہا، لالہ بھیم سین

سیکرٹری وزیر خزانہ نے بھی دباؤ ڈالا۔ مگر چشتی صاحب نے مخالفت کی اور بالآخر اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہوگئے اور قیامِ پاکستان تک مسلم لیگ کی دل و جان سے خدمت کی۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے علما و مشائخ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مشائخ کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا۔ چنانچہ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے مسلم لیگ کی طرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرار داد پاس کرائی جس کی رُو سے ملک کے علما و مشائخ اہلِ سنّت نے نظریۂ پاکستان کے لیے کام کرنا شروع کیا۔ اس تحریک میں آپ حضرت محدث علی پوری، محدث کچھوچھوی مولانا ابو الحسنات قادری اور حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ کام کرتے رہے۔[۲۸]

۱۹۴۶ء میں جب مسلم لیگ اور یونی نسٹ پارٹی کی کشمکش کن مرحلے میں داخل ہوگئی تو مولانا چشتی نے اپنے احباب سے مشورے کے بعد (جس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہٗ، حمید نظامی مرحوم، باری مرحوم اور میاں محمد شفیع (م ش) شامل تھے) ایک مرتبہ پھر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کر لیا گیا اور چشتی صاحب تحریکِ سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیج دیے گئے، سلسلۂ چشتیہ کی معروف گدیوں تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابلِ احترام سجادہ نشینوں کے بے پناہ اثر ورُسوخ کو مسلم لیگ کے لیے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔[۲۹]

غرضیکہ مولانا کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

حضرت مولانا چشتی ایک عظیم سیاستدان ہونے کے علاوہ بلند پایہ صحافی بھی تھے۔ چنانچہ مشہور صحافی جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں: "۱۹۴۱ء میں صحافت کی کلاس کا آغاز ہوا تو (مولانا) ہم جماعت تھے وہ فرسٹ آئے اور میں سیکنڈ، جب باہر نکلتے تو ڈگری کا سیاہ گاؤن ضرور پہنتے وہ کسی اخبار سے منسلک نہیں رہے لیکن "مفکر اور مبصر" کے عنوان سے ان کے مقالات اخباری قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے۔ وہ انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں دسترس رکھتے تھے اور دونوں میں لکھتے تھے۔ غالباً کچھ عرصہ بعض غیر ملکی اخبارات کے کالم نویس بھی رہے، انہیں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کی شخصیت میں عسکریت بہت پسند تھی اس لیے اس کی خود نوشت سوانح کا ترجمہ کیا[۳۰] جو "تزکِ ہٹلری" اور "تورۂ ہٹلری" کے نام سے مشہور ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا چشتی محکمہ اسلامیات کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے، لیکن آپ کی مذہبی و ملی خدمات اور حق گوئی و بیباکی میں ذرّہ بھر فرق نہ آیا اور اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے بھی ان کی زندگی سادگی کا نمونہ بنی رہی۔ آپ نے اپنے والد کی طرح ابتداء شباب ہی میں ڈاڑھی رکھ لی تھی۔ انگریزی لباس کبھی نہ پہنا، آپ کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک خوبصورت اور موٹا ڈنڈا رہتا تھا، جو آپ کو ورثے میں ملا تھا اور اس ڈنڈے کو "مولا بخش" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

قبلہ چشتی صاحب کے حالاتِ زندگی میں سب سے اہم معاملہ عقائد کی صحت اور پختگی تھا۔ اُنھوں نے روزِ اوّل سے اپنی سیاسیات اور اپنی جملہ مصروفیات کو اپنے غیر متزلزل عقائد کی روشنی میں استوار کیا۔ وہ ایک عظیم انسان تھے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ اپنے دور کے عظیم ترین انسان تھے۔[۳۱]

تحریکِ ختم نبوت چلی تو حضرت مولانا چشتی بھی دیگر علماء اہلِ سنّت کی طرح میدان میں کود پڑے۔ اس دوران میں آپ نے جس ادلوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے، آپ اس تحریک میں قید و بند میں بھی رہے۔[۳۲]

عشقِ رسول آپ کے رگ وپے میں سمایا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں اُنھوں نے ہمیشہ کھدّر پہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا، وہ چارپائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے، ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا، وہ عقائد میں پختگی کے لحاظ سے چٹان اور میدانِ عمل کے شاہسوار تھے، وہ بھرپور جوان تھے اور ساری زندگی مجرد رہے مگر ان کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔[۳۳]

حضرت مولانا چشتی اعتقادی طور پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہ کے مسلک کے پیروکار تھے۔ ان کے افکار کی تبلیغ و اشاعت میں خاصا وقت دیتے تھے، روپے پیسے کی بالکل لالچ

نہ تھی، انہوں نے فقر وفاقہ، تنگ دستی کو بہ طیبِ خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہ چھوڑی۔ ۱۹۳۵ء میں جس کرائے کے مکان میں رہتے تھے، ۱۹۶۸ء میں وہیں سے ان کا جنازہ اُٹھا۔ یہ حال اس شخص کا تھا جس کا شمار پاکستان کے معماروں میں کیا جاتا ہے۔[۳۴]

گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود مولانا چشتی مرحوم نے کئی ایک کتابیں بھی لکھیں، چند ایک کے نام یہ ہیں:

* تزکِ ہٹلری اور تورۂ ہٹلری (ہٹلر کی خود نوشت سوانح حیات کا اُردو ترجمہ، دو جلدوں میں چھپ چکا ہے)
* ملفوظاتِ بابا بلند کوہی
* منشور خلافتِ پاکستان
* انگریز کا راج کیوں کر ختم ہوا؟ (انگریزی سے ترجمہ)

علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۱۳ء میں امروہہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی سیّد محمد مختار کاظمی تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بچپن ہی میں آپ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔ آپ کی پرورش، تعلیم و تربیت آپ کے برادرِ معظم سیّد محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور سولہ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کرکے انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے؛ پھر جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۳۱ء میں واپس امروہہ تشریف لے گئے اور چار سال تک امروہہ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تدریس فرماتے رہے۔

۱۹۳۵ء میں آپ ملتان تشریف لے آئے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں غیر مقلدین اور بد مذہبوں نے آپ کو طرح طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی، قاتلانہ حملے کیے، مگر آپ کے غیر متزلزل عزم کے سامنے ان کی تمام سازشیں ناکام ہوگئیں، علم و عرفان کی ندیاں بہنے لگیں، طالبانِ حق آ آکر شرابِ توحید و رسالت کے جام لنڈھانے لگے۔ الحمدللہ! آج یہ دارالعلوم پاکستان کے مثالی اداروں میں سے ایک ہے اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے ہزاروں علما ملک کے کونے کونے میں خدمتِ دینِ متین میں مصروف ہیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مسلم لیگ کے اسٹیج سے قیامِ پاکستان کے لیے جلسے کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں قرار دادِ پاکستان کی توثیق کے لیے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ جس زمانے میں کانگریسی اور احراری علما سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا ابو الحسنات پیر صاحب مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا عبدالغفور ہزاروی (رحمہم اللہ) اور حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہٗ کی رفاقت میں الگ قومیت اور آزاد پاکستان کے لیے سعیٔ مسلسل اور جہدِ پیہم کر رہے تھے۔ کانگریسی و احراری مقررین کے لچر اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے جمعیت علماءِ پاکستان کی بنیاد رکھنے کے لیے ملتان میں علماءِ اہلِ سنّت کا کنونشن بلایا، جس میں مولانا ابوالحسنات کو صدر اور آپ کو جمعیت کا ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی بنا کردہ جمعیت ملکی سیاست میں اہم مقام کی حامل ہے اور دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث رہے۔[۳۵]

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

* تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان
* مزیلہ النزاع عن مسئلہ السماع
* تسکین الخواطر
* حیات النبی
* معراج النبی
* تقریر منیر
* حجیتِ حدیث
* مکالمۂ کاظمی و مودودی
* تحقیق قربانی
* نفی الظل والفئی
* کتاب التراویح
* الحق المبین

* التحریر اور اس کی شرح التقریر
* اسلام اور سوشلزم
* اسلامی معاشرے میں طلباء کا اسلامی کردار
* التبشیر برد التحذیر
* میلاد النبی
* اسلام اور عیسائیت
* فتویٰ حنفی
* آئینۂ مودودیت

امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں سیّد محمد حنیف نامی ایک بزرگ شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور علی پور سیداں میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ شہنشاہ نے ایک گراں قدر جاگیر نذر گزاری، اسی بزرگ کے خاندان میں سیّد کریم شاہ صاحب کے گھرانے میں ۱۸۴۵ء میں آپ پیدا ہوئے۔ امیر ملت اور محدث علی پوری کے نام سے مشہور ہوئے۔[۳۶]

حضرت امیر ملت نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ عربی و فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید سے پڑھیں اور تکمیل مولانا عبدالوہاب امرتسری سے کی۔ بعد ازاں لاہور میں مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری (تلمیذ شہید علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کا کورس پڑھا۔ پھر مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اور مینٹل کالج لاہور سے مزید استفادہ کیا مگر تشنگی علم ہنوز باقی تھی۔ چنانچہ یہی تشنگی آپ کو حضرت مولانا محمد مظہر سہارنپوری (بانی مدرسہ مظہریہ) اور مولوی محمد علی (ناظم دارالعلوم ندوہ اعظم گڑھ) اور مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں لے گئی اور ان سے آپ نے تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ میں دسترس حاصل کی؛ پھر شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے اپنی کلاہِ مبارک اُتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔[۳۷] اور پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرما کر رُخصت کیا۔

علومِ ظاہریہ میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد روحانی تربیت کے لیے حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

چند روزہ صحبت کے بعد باباجی نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا[۳۸] تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصے سے حاضرِ خدمت ہیں، ہمیں ابھی تک اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں کیا گیا جب کہ جماعت علی شاہ صاحب کو آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا گیا ہے! اس پر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا اور بتی بھی! ہم نے تو صرف آگ ہی جلائی ہے۔ پھر باباجی نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔

پیر و مرشد کی اس دعا کا یہ اثر تھا کہ پشاور سے راس کماری اور کشمیر سے مدراس تک آپ کا سلسلۂ عقیدت خوب پھیلا۔ برّصغیر ہی نہیں بلکہ کابل، برما، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں بھی حضرت کے عقیدت مند موجود ہیں۔[۳۹]

خرقۂ خلافت ملنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا، بعد ازاں پشاور، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدر آباد، دکن، دہلی، بھوپال، کوہ نیلگرھی، کشمیر اور کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے کیے؛ بے شمار لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی، سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے کئی جگہ مدرسے، مسجدیں اور کنوئیں بنائے اور تبلیغ اسلام میں انتہائی تن دہی سے کوشاں رہے۔

عشقِ رسول ﷺ آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ حضور سیّد عالم ﷺ کا نام نامی سن کر آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

مندرجہ ذیل اشعار اکثر پڑھتے اور زار و قطار رونے لگتے۔

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش و وطن سے جُدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

آپ ہر سال حج بیت اللہ کے لیے حاضری دیتے اور زیادہ وقت

مدینہ طیبہ ہی میں گزارا کرتے۔ مدینے شریف کے چرند پرند اور درندوں تک کا احترام کرتے۔ عرب لوگوں کی مالی امداد اس قدر کرتے کہ وہ لوگ آپ کو "ابوالعرب" کہا کرتے تھے۔

آپ کے جذبۂ عشق کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مولوی حسین احمد مدنی ؒ سابق صدر جمعیت علمائے ہند آپ کے نکتہ چینوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ: "عشقِ رسول ﷺ میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔" سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری بھی آپ کے اس جذبے کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مشہور اہلِ حدیث عالم مولوی سیّد محمد داؤد غزنوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے کہ ":ایک دفعہ مدینۂ منوّرہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو لاٹھی ماری، کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاّتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ وہاں تشریف لے آئے۔ جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھالیا اور اس شخص سے کہا ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینے شریف کا کتا ہے! پھر اپنا عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگوا کر کھلایا۔"[۴۱]

ایک مرتبہ سرزمینِ عرب میں قحط پڑ گیا۔ آپ کو اس سے سخت صدمہ ہوا فوراً ایک لاکھ روپیہ کی رقم بھجوائی۔[۴۲] آپ جب تک مدینے شریف حاضر رہتے تھے آپ کی مجلس میں اکثر و بیشتر نعت خوانی ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ابو الاثر حفیظ جالندھری نے یہ شعر پڑھا؂

کہاں ایسے نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

آپ نے یہ شعر سُنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمع نقدی نذر کردی[۴۳]

حکیم الامت علامہ اقبال کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس سلسلے کے چند ایک واقعات پیش ہیں:

ایک مرتبہ حضرت امیر ملت انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے کی صدارت فرما رہے تھے کہ علامہ ذرا دیر سے پہنچے؛ کرسیاں بھری ہوئی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ حضرت کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے۔ حضرت نے تبسّم فرمایا اور کہا اقبال جس کے قدموں میں آجائے اس کے فخر کا کیا کہنا!

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت امیر ملت نے علامہ سے کہا کہ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے اور یہ شعر پڑھ دیا؂

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ میری نجات کے لیے یہی کافی ہے۔[۴۴]

۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں اور بالخصوص سوامی شردھانند وغیرہ نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے یا ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس صورتِ حال سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس فتنے کے انسداد کا عزمِ صمیم کرلیا اور ۱۰/اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ جلسۂ انجمن خدام الصوفیہ ہند میں بمقام علی پور سیداں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنے کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان خواب و خور اپنے اُوپر حرام کرلے اور دامے درمے قلمے الغرض ہر ذریعے سے جو خدمت اسلام کی اس سے ممکن ہو، اس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔

اس اہم مقصد کی خاطر سیکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصّہ لوں گا اور جب تک گم گشتگانِ دین متین کو حلقۂ اسلام میں واپس نہ لے آؤں چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سرِدست ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہوں اور ایک سو روپے ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسداد فتنۂ ارتداد کے لیے وقف کردوں گا۔"[۴۵]

اس کے بعد آپ نے فوری طور پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے مہم شروع کردی۔ آپ کے علاوہ صاحبزادگان و دیگر اہلِ خاندان نے بھی بھرپور حصّہ لیا۔ آپ نے پہلا وفد مئی ۱۹۲۳ء میں روانہ کیا اور خود رہتک تک اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ماہ میں آپ

نے ۸۶ وفد بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ مسلمان ہوگئے۔ آپ نے باری باری تمام علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، بھرت پور، ریاست بڑودہ، گڑگاواں، فرخ آباد اور رہتک میں وفود کے ساتھ کام کیا۔

آگرہ شہر سے ایک ہزار بااثر ہندو وکلا، بیرسٹر اور بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ نے مردانہ وار مقابلہ کرکے ان کو میدان چھوڑنے پر مجبور کردیا، اس طرح یہ علاقہ اس عظیم فتنے سے محفوظ رہا۔ اس تحریک کے دوران آپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر آگرے میں بنا رکھا تھا۔ آپ نے اکیس جلسوں کی صدارت فرماکر مذکورہ فتنہ کو کچل دیا۔ کئی دینی مدارس، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے، لاکھوں روپے غربا میں تقسیم کیے۔ اس تحریک میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی اور میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی وغیرہم نے بھی حضرت امیر ملت سے پورا تعاون کیا۔

۱۹۱۰ء میں جب خلیفۂ اسلام سلطان ترکی غازی عبدالحمید خاں نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے مسلمانانِ عالم سے چندے کی درخواست کی تو آپ نے اپنے اور اپنے متوسّلین کی جانب سے چھ لاکھ روپے نقد امداد فرمائی۔ بنابریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ساتھ حضرت کو چھ تمغہ جات اور سنہری فرامین جاری کیے اور عمدۃ الاماثل والافاضل کے جلیل القدر خطابات سے سرفراز فرمایا۔[۴۶]

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا، جس میں حضرت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ نواب وقار الملک نے اپنی ٹوپی اُتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور اپیل کی کہ یہ معاملہ مسلمانوں کی عزّت کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟ نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔ اس پر آپ نے تین لاکھ روپے کی گراں قدر رقم بطور چندہ مرحمت فرمائی اور اس کے بعد بھی تعاون فرماتے رہے۔

تحریکِ خلافت میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔ دورانِ تحریک ان علاقوں کا بھی دورہ کیا جہاں پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ مثلاً ریاست کورک (علاقہ راس) مرکارہ، ویراجندپیٹ اسی بلگنڈہ اور کوہ نیلگڑھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک مرتبہ آپ بمبئی سے حیدرآباد دکن کے لیے روانہ ہورہے تھے کہ مولانا شوکت علی اور احمد صدّیق جنرل سیکریٹری خلافت کمیٹی اسٹیشن پر آپ کو خدا حافظ کہنے کے لیے آئے مولانا موصوف نے آپ کو ایک مالا پہنائی جس پر لفظ خلافت اور ایک تمغہ، جس پر "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ" کندہ تھا، پیش کیا اور کہا کہ میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو روپے کی رسیدیں بھی دیں۔ آپ نے ان رسیدوں کو حیدرآباد میں فروخت کرادیا اور مبلغ پانچ سو تیس روپے سیکریٹری خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرمادیے، جس پر مولانا نے کہا کہ مجھے اصل بھی مل گیا ہے اور سود بھی۔[۴۷]

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے فی کس ایک روپیہ خلافت فنڈ کے لیے وصول کیا جائے تو آپ نے نیلگڑھی سے اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ فقیر کے سب محبت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا خلافت فنڈ میں داخل کریں۔

مولانا نے اس اعلان کو قد آدم اشتہارات کے ذریعے تمام ہندوستان میں مشتہر کیا جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر وصول کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے اپنے اپنے طور پر ہزاروں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ مثلاً نورانی سیٹھ بمبئی نے آپ کے اِرشاد پر ۲۵ ہزار روپے اور اہل کوہاٹ نے ۲۷ ہزار روپے کی گراں قدر رقوم خلافت فنڈ میں داخل کیں، لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارانہ کیا کہ آپ کے اِرشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کارِ خیر میں شامل نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے علی پور سیداں میں منعقدہ انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سالانہ جلسے کے موقع پر ایک مرتبہ تیرہ سو روپیہ اور دوسری مرتبہ اٹھارہ سو روپے جیب خاص سے خلافت فنڈ میں عطا فرمائے۔[۴۸]

۴، ۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں خلافت کانفرنس شروع ہوئی، حضرت امیر ملت نے صدارت قبول فرما کر کانفرنس کو رونق بخشی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے اسے اسلام سے سروکار نہیں۔ جو لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دل چسپی نہیں لیتا وہ کذّاب اور مفتری ہیں، پڑھو مسلمانو! لعنۃ اللہ علی الکاذبین! آپ نے خطبۂ صدارت میں وہ ولولہ اور جوش پیدا کیا کہ عوام خدمتِ خلافت کے لیے ایسے تیار ہوئے کہ ہزاروں روپے کے خلافت نوٹ موقع پر ہی فروخت ہو گئے۔[۴۹]

مولانا ظفر علی خاں نے مخالفت کے باوجود اپنے اخبار زمیندار میں حضرت کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"۴، ۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں جس جوشِ اسلامی اور بے نظیر جرأتِ ایمانی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لیے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصّہ نہیں لیتا، اس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا؛ کیونکہ خلافت خدا و رسول کی ہے۔ جو مسلمان خدا و رسول کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے تحت صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو اعلائے کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت و بیباکی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت اور پیشوائے ملت کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو تقویت پہنچے گی۔

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں اور خلافتِ مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمربستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیِ وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبۂ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کر دیں گے۔"[۵۰]

مولانا شوکت علی مرحوم نے اس خطبے کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اس کی پچیس ہزار کاپیاں یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، مگر معلوم نہیں کہ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی یا نہیں۔ دورانِ جلسہ جب مولانا شوکت علی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟ تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جلال و استقلال سے فرمایا تھا کہ میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ کی اس اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے آپ کو "سنوسیِ ہند" کا خطاب دیا تھا۔

حیدرآباد دکن میں مرزا محمد اصغر بیگ اصغر یار جنگ بیرسٹر کی تحریک سے ارکانِ خلافت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسۂ خلافت کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ نے ان کے معروضے کو شرفِ قبولیت بخشا، حالانکہ اس روز واپسی کا ٹکٹ خریدا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت و دلیری سے صدارت فرمائی۔ اس جلسے میں بڑے بڑے نامور بزرگوں نے شرکت کی تھی۔ آپ نے صدارتی تقریر اس مؤثر انداز سے کی کہ آپ کی تحریک پر ۳۰ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔

اس جلسے کے بعد حکومت کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بڑی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"حکومت کو اس قدر خطرہ گاندھی جی سے نہیں جتنا جماعت علی شاہ صاحب سے ہے"۔[۵۱]

گوجرہ ضلع لائل پور میں سیّد مہدی (ممبر کونسل) کے خوف

سے ارکانِ خلافت داخل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت امیر ملت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمٰن (سیکریٹری خلافت کمیٹی لائل پور) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کی اور عہدے دار مقرر کیے۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کا ثمر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا، بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں بھی دو سال تک داخلے کی اجازت نہ دی گئی۔[۵۲]

۱۹۱۴ء میں آپ نے تحریکِ ترکِ موالات کی مخالفت کی[۵۳] اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اُڑ جاتی ہے، اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اس کی جاگیر ہوتی ہے۔ مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دو، مگر پھر بھی دو لاکھ کے قریب مسلمان افغانستان اور عرب ممالک جا پہنچے اور بعد ازاں پریشاں حالت میں واپس ہندوستان آئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی حضرت امیر ملت کے ہم نوا تھے۔[۵۴]

۱۹۳۰ء میں شاردا ایکٹ کا نفاذ ہوا[۵۵] جس کی رُو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ جس دن اس ایکٹ کے نفاذ کا اعلان کیا گیا اس وقت آپ پشاور میں تھے۔ آپ نے متعدّد نکاح پڑھائے اور ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع دے دی کہ میں نے اتنے نکاح پڑھا دیے ہیں اور قانون توڑ دیا ہے۔ حضرت کے اِرشاد پر پورے ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے اور مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی۔

۱۹۳۵ء میں تحریکِ شہید گنج چلی تو حضرت امیر ملت پھر مردانہ وار میدان میں نکل آئے۔ مسجد شہید ہوگئی تو واگزاری کے لیے راولپنڈی میں کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو "امیر ملت" منتخب کیا گیا۔ بیعتِ امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی نے کی۔ آپ نے ایک اعلان جاری فرمایا، جو مندرجہ ذیل ہے:

* مجھے ایک لاکھ سر فروش جانباز درکار ہیں۔
* ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لیے درکار ہے۔
* تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کر دیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔
* مسلمان، تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔[۵۶]

۸ر نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد سے آپ کی سرکردگی میں پانچ لاکھ مسلمان جانبازوں نے ننگی تلواریں لے کر ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ جب آپ صحنِ مسجد سے جلوس کی قیادت کے لیے اُترے تو مسلمان خیر مقدم کے لیے دیوانہ وار آپ کی طرف بڑھے۔ حکومت اور غیر مسلموں کو خدشہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے، مگر ایسا نہ ہو سکا۔

تحریکِ پاکستان میں اگر قائداعظم اور مسلم لیگ کو حضرت کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید پاکستان کا نقشہ یہ نہ ہوتا۔ جب بڑے بڑے جبّہ و دستار پوش علما ہندوؤں کے حاشیہ بردار اور کاسہ لیس بن کر "ملت از وطن است" کا نعرہ لگا رہے تھے، آپ نے ببانگ دہل مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور قائداعظم کو بھرپور تعاون کا یقین دلایا، جس کی پاداش میں آپ کو اپنوں کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔[۵۷]

۱۹۴۴ء میں آپ سری نگر تشریف فرما تھے کہ چوہدری غلام عباس جو حضرت کے مرید صادق تھے، قائداعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائداعظم کی پر تکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے دستر خوان پر چنے گئے۔ کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ یا گشتابہ نامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لیے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائداعظم کی کامیابی کی پیشین گوئی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک جھنڈا سبز تھا۔ فرمایا سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا پھر قد آور اشتہارات کے ذریعے اعلان فرمایا:

"مسلمانو! مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس وقت دو جھنڈے ہیں، ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا، اب فیصلہ کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو؟"[۵۸]

چنانچہ آپ کے تمام مریدوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ مسلم لیگ کے بارے میں فرمایا:

"یہی ایک اسلامی جماعت ہے، مسلمانو! سب اس میں شامل ہو جاؤ، کانگرس سے اس بات کی توقع کرنا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔"[۵۹]

تحریکِ پاکستان کے دوران آپ مسلم لیگ کی حمایت کے لیے کوہاٹ تشریف لے گئے؛ یہاں احرار کا زور تھا، یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہونے سے پس و پیش کر رہے تھے، کارکنانِ مسلم لیگ نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ یارانِ طریقت کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا حکم دیں۔ کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں؟ کسی نے کہا کہ اس پر خاکسار چھائے ہوئے ہیں، فرمایا وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے یا علیٰحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ سب یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور چند دنوں میں مسلم لیگ دیگر تمام جماعتوں پر چھاگئی۔[۶۰]

۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملّت حیدر آباد دکن سے واپس پنجاب تشریف لائے تو رہتک شہر میں مسلم لیگ کے عہدے دار مقرر کرنے کے لیے خطاب فرمایا اور مندرجہ ذیل عہدیدار مقرر کیے:

* راؤ خورشید علی
* چوہدری حسین علی
* محبوب الٰہی وغیرہ وغیرہ[۶۱]

۱۹۴۶ء میں آپ کے صاحبزادے سیّد محمد حسین شاہ نے بھی مسلم لیگ میں حصّہ لیتے ہوئے بھرپور اور وسیع و عریض دورے کیے تمام یارانِ طریقت کو بالخصوص اور جملہ مسلمانوں کو بالعموم مسلم لیگ کا ہم نوا بنایا۔ دیگر صاحبزادگان نے بھی اپنی پوری کوشش کی اور مسلم لیگ کو شایانِ شان کامیابی نصیب ہوئی۔[۶۲]

مشہور مؤرخ اور ادیب جناب رئیس احمد جعفری کی زبانی بھی ایک واقعہ سن لیجیے:

"جمعیت العلماء اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے الحاج پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمایا: حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں اُنہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں، لیکن اُنھوں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا، یہ ان کے سچے راہ نما ہونے کا ثبوت ہے، خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں، سیّد موت سے کبھی نہیں ڈرتا، اس کے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو ووٹ دیں۔"[۶۳]

۱۹۴۶ء ہی میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس (جو برّ صغیر کی تاریخ میں ایک مثالی کانفرنس تھی) آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں پانچ ہزار سے زائد علما و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور پھر تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کیے۔ آپ ہر جگہ دورانِ تقریر فرماتے:

"مسلمانو! یہاں دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا۔ بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو!" لوگ کہتے: "اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔" چنانچہ لاکھوں مسلمانوں نے محض آپ کی ہدایت پر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔[۶۴]

آپ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی سے انجام دیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں دین کا کوئی کام نہ کرلوں، ایک لقمہ کھانا حرام سمجھتا ہوں"۔[۶۵] چنانچہ قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماءِ ظواہر کے ساتھ رہتا تھا، اگرچہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا، مگر ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت کے ساتھ مناظرے کا ارادہ کیا، لیکن جب یہ مردِ حق سامنے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لیے تیار تھے، اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش ہو گئے۔[۶۶]

۶/مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لیے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دامِ فریب پھیلانا شروع کیا۔[۶۷] مسلمانانِ لاہور نے حضرت کو مدعو کیا۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲/مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ آپ کے علاوہ دیگر علماءِ اہلِ سنّت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی بھی حضرت سے

تعاون اور مدد کے لیے تشریف لائے[۶۸] آپ نے اس تاریخی اور عدیم المثال جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اگر مرزا اپنے دعوائے نبوّت میں سچا ہے تو سامنے آکر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کرسکے تو مباہلہ ہی سہی، مگر چونکہ مرزا اپنے مکائد سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہوچکا تھا اس لیے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا بہت انتظار کیا ہے، لیکن وہ سامنے نہیں آیا، پیشین گوئی کرنا میری عادت نہیں، لیکن میں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ:

"مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہوچکا ہے لہٰذا تین روز کے اندر کیفرِ کردار کو پہنچے گا۔"

یہ بات آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶/ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہوگئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہوگئی، خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور، نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اسی حالت میں خاتمہ ہوگیا۔"[۶۹]

جس وقت آپ نے مرزا جی کو موت کی پیشین گوئی فرمائی تو لوگوں نے اسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہوگئی تو حد درجہ حیران ہوئے، اس پیشین گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔[۷۰] (تفصیل کے لیے دیکھیے "الکاویہ علی الغاویہ، جلد دوم" از مولانا محمد عالم آسی امرتسری)

گوشۂ کرامت کو یہ کہہ کر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت سنّتِ رسول کی اتباع اور دینِ اسلام پر قربان ہونے کا وہ لازوال جذبہ تھا جس نے عمر بھر آپ کو مجاہدانہ کردار پر کمربستہ رکھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی۔[۷۱] جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعے حکومت کو اسلامی آئین کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا۔ پیر صاحب مانکی شریف اور مولانا عبدالستار خاں نیازی نے آپ کی معیت میں تمام ملک کا دورہ کیا، مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادمِ زیست سخت صدمہ رہا۔

علی پور شریف میں آپ نے سنگِ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی جو آج بھی اپنے صوری کمالات کی بنا پر تمام ملک میں "مسجدِ نور" کے نام سے مشہور ہے۔[۷۲]

۲۶/ ذیقعد ۱۳۷۰ھ ۳۱/ اگست ۱۹۵۱ء کو حضرت امیر ملت قدس سرّہ ایک سو سے زائد برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[۷۳]

آپ کی یاد میں قصور سے ماہنامہ انوار الصوفیہ تاحال جاری ہے، اور آپ کا عرسِ مبارک ہر سال ۲۹،۲۸ بیساکھ کو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی سوانح "سیرتِ امیر ملّت" کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔

مولانا ظہور الحسن درس رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادتِ باسعادت ۹/ فروری ۱۹۰۵ء میں کراچی کے نامور عالمِ دین حضرت مولانا عبدالکریم درس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ حضرت پیر سیّد ظہور الحسن بٹالوی قدس سرّہ نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نامِ نامی پر ظہور الحسن نام تجویز فرمایا۔ والدِ گرامی سے معقولات اور حضرت مولانا صوفی عبداللہ درس سے منقولات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ایک جادو بیاں مقرر اور خوشنویس محرر کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ۱۹۴۰ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رُکن اور پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے۔ صوبۂ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپ کے کردار کی شہادت حکومت کے فائلز دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گے، جن میں قائد اعظم کے ساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

۱۲/ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بزم سنیہ صوبہ سندھ (جس کے آپ جنرل سیکریٹری تھے) کے زیرِ اہتمام بمقام عید گاہ، بندر روڈ، کراچی، ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی) مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی و دیگر مقتدر علما اہلِ سنّت نے شرکت کی۔ اس موقع پر آپ نے بحیثیت جنرل سیکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس، ایک حقیقت افروز خطبہ اِرشاد فرمایا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"پاکستان کے ہم حامی ہیں، لیکن آپ سنیں اور غور سے سنیں، دل کے کانوں سے سنیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآنِ حکیم کے احکام

نافذ ہوں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعتِ مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں؛ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں لا مذہبیت اور دہریت کی جڑیں اُکھاڑ کر پھینک دی جائیں۔ ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ العزیز لے کر رہیں گے۔

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جرأت و مردانگی، حق گوئی و بے باکی آپ کا طرّۂ امتیاز تھا اور اسلامی اُصولوں کی دل و جان سے پابندی ان کا شعار تھا۔ قائداعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتدا میں نماز ادا فرماتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حسبِ دستور قائداعظم نے آپ سے نمازِ عید کے اوقات منگوائے (یہ وہ زمانہ تھا کہ کراچی شہر میں نمازِ عید کا مرکزی اجتماع صرف عید گاہ میدان، بندر روڈ پر ہوتا تھا اور نمازِ عید آپ ہی پڑھاتے تھے اور یہاں علماو مشائخ و حفاظ کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا تھا (مگر قائداعظم وقت پر عید گاہ نہ پہنچے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لیے مصلّے پر بیٹھ گئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، محمد ایوب کھوڑو اور دیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظم کی آمد تک نماز میں تعطّل کے لیے کہا، تو آپ نے گرج کر فرمایا: میں ان علماءِ کرام و حفاظِ عظام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں اپنے وقت کا پابند ہوں، اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں آیا بلکہ خدائے اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔

یہ کہہ کر صفوں کو دُرست کروا کر تکبیر فرما دی۔ نمازِ عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ اِرشاد فرمایا بعد میں قائداعظم جو پچھلی صفوں میں پہنچ چکے تھے، تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی اس جرأت ایمانی کی تعریف فرمائی اور اِرشاد فرمایا کہ "ہمارے علما کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ آج مولانا درس نے فرمایا ہے۔"

سیاسی خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ نے دینی حلقوں میں بھی پوری تن دہی سے کام کیا۔ بحیثیت سیکریٹری جنرل جمعیۃ العلماء پاکستان و جمعیۃ اہلِ سنّت و جماعت رجسٹرڈ و بانی جمعیۃ علما و مشائخ ایک عرصے تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب جمعیۃ علماءِ پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

* بہ چشم تلطف پنجتن
* معاون ظہور الحسن
* خون کے آنسو
* تحقیق الفق، بانی کلمۃ الحق

مذہب و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ ۷ر شوّال المکرم ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو کراچی میں ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔[۴۴]

مولوی ابوالکلام آزاد

ہندوستان کے عظیم قائد، جنگِ آزادی کے سپہ سالار صاحبِ طرز انشاء پرداز اور ایک عہد آفریں انسان تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۷ر اگست ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔[۴۵] آپ کے والد گرامی کا نام خیر الدین تھا، جو ایک جیّد عالم اور صوفی با عمل تھے۔ کولکتہ (کلکتہ) میں پرورش ہوئی اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ مجتہدانہ دماغ کے مالک تھے۔ علوم و فنوں پر گہری نظر تھی اور ساتھ ساتھ سحر بیاں خطیب و مقرر بھی تھے۔ مولوی ابو الکلام آزاد نے اپنے زبان و قلم سے ہزاروں لاکھوں سینوں میں آزادی وطن کی آگ لگا دی۔ مولوی ابو الکلام آزاد کے اخبار "الہلال" ۱۹۱۲ء نے ملک کے گوشے گوشے میں آزادی کا بگل بجا دیا۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومتِ بنگال نے جلا وطن کر کے رانچی میں نظر بند کر دیا۔

۱۹۲۰ء میں رہائی ملی۔ مولانا نے تحریک خلافت میں شرکت کی۔ تحریک عدم تعاون اور تحریکِ ہجرت میں بھی حصّہ لیا۔ آپ ابتداء ہی سے جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے رُکن رہے۔ اجلاس عام لاہور (۱۹۲۱ء) اور کراچی (۱۹۳۱ء) کے صدر رہے۔ آزادی سے پہلے سات سال کانگریس کے صدر رہے۔

نہرو رپورٹ پر قومی رہنما دو طبقوں میں بٹ گئے، جن میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ تو عام جماعت مسلمین کے ساتھ مسلمانوں کی جُداگانہ حیثیت بر قرار رکھنے والے راستے پر گامزن ہوگئے تھے؛ جب کہ مولوی ابو الکلام آزاد قوم پرست مسلمانوں یعنی کانگریس کے مسلم ہم نواؤں میں شامل ہوگئے تھے۔[٧٦]

مولوی ابو الکلام آزاد ۱۹۳۹ء میں کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ مولانا موصوف کی سیاسی زندگی کا آغاز تو "الہلال" اور "البلاغ" کی اشاعتوں کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا۔

جب کانگریس کی انڈیا چھوڑ دو تحریک شروع ہوئی تو مولوی دیگر کانگریس نمائندوں اور علما کے ساتھ گرفتار ہوئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۶ء کو کیفیت مشن ہندوستان آیا تو مولوی ابو الکلام آزاد نے بحیثیت نمائندہ کانگریس اس کینبٹ مشن سے ملاقاتیں کیں۔[٧٧] نیز مولوی ابو الکلام آزاد ۱۹۴۷ء نے برّصغیر کی تقسیم پر بھی کانگریس کی ہائی کمان میں تقسیم کی سخت مخالفت کی اور آخر وقت تک تقسیم کے فارمولے کو قبول نہیں کیا۔[٧٨]

مولوی ابو الکلام آزاد تقسیمِ ہند سے پہلے وزیرِ تعلیم (انڈیا) مقرر ہوئے اور ۲۲/ فروری ۱۹۵۸ء تک یعنی اپنی وفات تک اسی عہدے پر فائز رہے۔[٧٩]

حوالہ جات

(۱) تذکرہ علماء اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، ۱۹۹۲ء، فیصل آباد، ص:۲۴۰۔
(۲) اکابر تحریکِ پاکستان، محمد صادق قصوری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۵۴۔
(۳) اکابر تحریکِ پاکستان، صادق قصوری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۵۵۔
(۴) تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، جلال الدین، فیصل آباد۔
(۵) اکابر تحریکِ پاکستان، محمد صادق قصوری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۵۶۔
(۶) اکابر تحریکِ پاکستان، محمد صادق قصوری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۰۰۔
(۷) تذکرہ علماء اہلِ سنّت، مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ، ص:۲۱۱۔
(۸) ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، دسمبر ۱۹۷۴ء، ختم نبوت، ص:۹۵۔
(۹) حوالہ، بالا ص:۵۹، قائداعظم کے اس واضح قول کے بعد اب پھر کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ آپ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت نہیں بنانا چاہتے تھے؟
(۱۰) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص:۵۔
(۱۱) اکابر تحریکِ پاکستان، صادق قصوری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۰۱۔
(۱۲) تذکرہ علماء اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، ۱۹۹۲ء، ص:۲۳۶۔
(۱۳) ماہنامہ ترجمان اہلِ سنّت، کراچی، ۱۹۷۳ء، ص:۱۸۔
(۱۴) حوالہ بالا، ص:۲۹۳۔
(۱۵) ترجمان اہلِ سنّت، کراچی، مارچ ۱۹۷۳ء۔
(۱۶) ماہنامہ نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر، ص:۹۴۰۔
(۱۷) حیات شبلی، سید سلیمان ندوی، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۴۲ء، ص:۶۰۱، ۶۰۲۔ دیدوشنید از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۸ء، ص:۵۸۔
(۱۸) ذکر آزاد از عبد الرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۶۰ء، ص:۴۲۰، ۴۱۹، نقوش لاہور مکاتیب نمبر ص:۹۴۰۔
(۱۹) ماہنامہ معلومات، لاہور، شمارہ نمبر ۱۵۔
(۲۰) قومی زبان، کراچی، ۱۶ جولائی یکم اگست ۱۹۵۷ء، و دیدوشنید از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص:۶۰، ۵۸۔
(۲۱) معین المنطق از مولانا معین الدین اجمیری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۷ء، ص:۶۶۔
(۲۲) ماہنامہ نقوش، لاہور (مکاتیب نمبر)، ۱۹۵۷ء، ص:۹۴۰۔
(۲۳) تاریخ جلیلہ از پیر غلام دستگیر نامی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۰ء، (تکملہ) ص ۱۵۔
(۲۴) نقوش، لاہور، نمبر، ص:۹۴۴۔
(۲۵) مکتوب گرامی ڈاکٹر عبد السلام خورشید، لاہور، محررہ ۲۶، ستمبر ۱۹۷۴ء۔
(۲۶) مکتوب مولانا عبد الستار خاں نیازی، محررہ ۱۹۷۴ء، لاہور۔
(۲۷) روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲؛ نوائے وقت، لاہور، ۷/ اگست ۱۹۶۸ء، ص:۲۔
(۲۸) کوہستان لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲؛ نوائے وقت، لاہور، ۱۴/ جنوری ۱۹۷۳ء۔
(۲۹) نوائے وقت، لاہور، ۷/ اگست ۱۹۷۴ء، ص:۲۔
(۳۰) روزنامہ مشرق لاہور، ۴/ اگست ۱۹۶۸ء، ص:۴۔
(۳۱) مکتوب جناب میاں محمد شفیع بنام مخدومی حکیم محمد موسیٰ امر تسری، محررہ ۲۷/ جولائی ۱۹۷۴ء، لاہور۔
(۳۲) روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۳/ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲۔
(۳۳) روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۳/ جولائی ۱۹۶۸ء، ص:۲۔
(۳۴) ایضاً، نوائے وقت لاہور، ۷/ اگست ۱۹۶۸ء۔
(۳۵) ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جون ۱۹۷۵ء، ص:۴۹۔

(۳۶) پنج گنج علی پوری، بار دوم، مطبوعہ لاہور، ص: ۲۴۔
(۳۷) برکاتِ علی پور، بار دوم: ۱۹۶۷ء، مطبوعہ راولپنڈی، ص: ۴۔
(۳۸) ماہنامہ عارف، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۰ء، سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۳۹) پنج گنج علی پوری، ص: ۳۱؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۴۰) انوارالصوفیہ، قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص: ۱۴؛ ہفت روزہ الہام بہاول پور، ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۱ء؛ ہفت روزہ پاک جمہوریت، لاہور، ۵/ جون ۱۹۷۲ء۔
(۴۱) ایضاً، ص: ۱۴ و ایضاً اکتوبر ۱۹۷۱ء۔
(۴۲) ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، فروری ۱۹۷۴ء، ص: ۶۳؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۴۳) صوفیائے نقشبند مطبوعہ، لاہور ۱۹۷۳ء، ص: ۳۵۳، ۳۵۲۔
(۴۴) سیرت اقبال از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص: ۱۰۸، ۱۰۳؛ صوفیائے نقشبند، ص: ۳۵۴، ۳۵۳۔
(۴۵) ماہنامہ انوارالصوفیہ، قصور، اپریل / مئی ۱۹۶۱ء، ص: ۲۹؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۴۶) فیضان امیر ملت، مطبوعہ حیدر آباد دکن، بار اوّل، ص: ۱۰، ۹؛ صوفیاء نقشبند، ص: ۳۵۴؛ مہر منیر، ص: ۴۰۶، روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۲، ۱۹۶۶ء، ماہنامہ انوارالصوفیہ، قصور، مارچ ۱۹۷۰ء۔
(۴۷) ماہنامہ انوارالصوفیہ، قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص: ۱۰؛ حضرت امیر ملت کے قومی کارنامے مطبوعہ آگرہ، ۱۹۲۵ء، ص: ۱۰، ۹۔
(۴۸) ایضاً، ص: ایضاً ص: ۱۰۔
(۴۹) انوارالصوفیہ، قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص: ۱۰؛ حضرت امیر ملت کے قومی کارنامے، ص: ۱۰۔
(۵۰) روزنامہ زمیندار، لاہور، ۱۰/ مارچ ۱۹۲۱ء۔
(۵۱) انوارالصوفیہ، قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص: ۱۰؛ قومی کارنامے، ص: ۱۱۔
(۵۲) ایضاً۔
(۵۳) مہر منیر، ص: ۴۰۶؛ صوفیہ نقشبند، ص: ۳۵۵؛ انوارالصوفیہ، قصور، جنوری ۱۹۶۱ء، ص: ۱۔
(۵۴) تفصیل کے لیے دیکھیے فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد، شائع کردہ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔
(۵۵) صوفیہ نقشبند، ص: ۳۲۲؛ انوارالصوفیہ، قصور، اپریل / مئی ۱۹۶۱ء، ص: ۶۳۔
(۵۶) صوفیاء نقشبند، ص: ۳۵۵؛ ماہنامہ انوارالصوفیہ، سیالکوٹ، اپریل / مئی ۱۹۵۸ء؛ امیر حزب اللہ مطبوعہ ۱۹۶۶ء، ص: ۳۴۵؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۵۷) ماہنامہ انوارالصوفیہ، قصور، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص: ۱۳، ۱۲؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۵۸) صوفیہ نقشبند، ص: ۳۵۶، ۳۵۵؛ انوارالصوفیہ، مئی ۱۹۶۱ء، مارچ ۱۹۷۰ء۔
(۵۹) ماہنامہ انوارالصوفیہ، لاہور، اپریل ۱۹۴۰ء، ص: ۶۔
(۶۰) انوارالصوفیہ، قصور، اپریل / مئی ۱۹۶۱ء، ص: ۶۲۔
(۶۱) ایضاً، اگست ۱۹۶۱ء، ص: ۳۵۔
(۶۲) انوارالصوفیہ، قصور، اگست ۱۹۶۱ء، ص: ۳۵۔
(۶۳) قائد اعظم اور ان کا عہد، از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۰۰ء؛ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مئی ۱۹۷۴ء، ص: ۱۶، ۱۷؛ سہ ماہی العلم، کراچی۔
(۶۴) صوفیاء نقشبند، ص: ۳۵۶۔
(۶۵) خطبۂ صدارت ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی لائل پور، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۲ء بحوالہ انوارالصوفیہ، قصور، اپریل / مئی ۶۱، ص: ۲۳۔
(۶۶) برکات علی پور، اپریل ۱۹۶۷ء، مطبوعہ راولپنڈی، ص: ۹؛ صوفیاء نقشبند، ص: ۳۵۵؛ مہر منیر، ص: ۴۰۶۔
(۶۷) ایضاً۔
(۶۸) منیر، ص: ۴۰۶۔
(۶۹) برکاتِ علی پور، ص: ۸۔
(۷۰) صوفیۂ نقشبند، ص: ۳۵۶۔
(۷۱) فیضانِ امیر ملت، ص: ۸۵، العلم کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۷۲) ہفت روزہ الہام بہاول پور ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۱ء؛ سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۷۳) تاریخ پیدائش میں اختلاف کی وجہ سے عمر شریف کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا، بعض ایک سو اٹھارہ اور بعض ایک سو گیارہ سال لکھتے ہیں، سہ ماہی العلم، کراچی، اپریل تاجون ۱۹۷۴ء۔
(۷۴) ماہنامہ ترجمان اہلِ سنّت، کراچی، ماہ اپریل ۱۹۷۵ء، ص: ۳۹، اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص: ۷۰۔
(۷۵) چالیس بڑے مسلمان /
(۷۶) موجِ کوثر، محمد اکرام شیخ، ۱۹۹۱ء ص: ۲۷۳۔
(۷۷) جدوجہد پاکستان، ص: ۲۴۸۔
(۷۸) تقسیم ہند، ص: ۲۷۹۔
(۷۹) چالیس بڑے مسلمان، ص: ۷۰۹؛ موجِ کوثر، ص: ۲۷۳۔

رسائل رضویہ ایک مکمل جامعہ کا نصاب

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز تاریخ اسلام ہی کے نہیں بلکہ تاریخی عمومی میں بھی ایک واحد مصنف اور مؤلف ہیں، جنھوں نے تین زبانوں یعنی اردو، فارسی اور عربی میں ۱۰۰۰ سے زیادہ رسائل ۱۰۰ سے زیادہ علوم و فنون کے عناوین پر لکھے ہیں؛ بلکہ یوں کہا جائے تو بہتر ہے کہ آج سے ۱۰۰ سال قبل کے تمام مروجہ علوم عقلیہ اور نقلیہ پر انھوں نے اپنے رشحات قلم کی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ امام احمد رضا، جو خود علمی اعتبار سے ایک عمومی یونیورسٹی (General University) کی حیثیت رکھتے ہیں، نے اپنی اس جامعہ کے تمام شعبہ جات کے لیے نہ صرف سلیبس تیار کیا، بلکہ اس سلیبس کے اعتبار سے بنیادی کتابوں کا ۱۰۰۰ سے زیادہ کتب و رسائل پر مشتمل ذخیرہ بھی فراہم کر دیا ہے کہ اگر کوئی کسی وقت میں امام احمد رضا یونیورسٹی بنانا چاہے تو خود صاحب کتب کی ۱۰۰۰ سے زیادہ کتب و رسائل سے اس جامعہ کی ابتدا کر سکتا ہے اور شاید یہ دنیا کا ایک انوکھا اور عجوبہ ہوگا کہ جس کے نام کی یونیورسٹی بنائی جا رہی ہے خود اس کی لکھی ہوئی کتابیں اس جامعہ کے اکثر وبیشتر شعبہ جات میں ٹیکسٹ بک کی حیثیت سے پڑھائی جا سکتی ہیں۔

دنیا میں مختلف مذہبی، سیاسی، ادبی، علمی شخصیات کے ناموں پر جامعات بنائی گئی ہیں، مگر کبھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی مثلاً کراچی میں سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی قائم کی گئی، مگر ہم جانتے ہیں کہ سرسید کی لکھی ہوئی چند کتابیں ضرور ہیں مگر وہ کتابیں بھی خود ان کے نام سے وابستہ یونیورسٹی میں نہ تو ٹیکسٹ بک کا حصہ ہیں اور نہ ہی کہیں ریفرنس بک کے طور پر ان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب شامل کی گئی مگر امام احمد رضا کے نام پر اگر یونیورسٹی قائم کی گئی تو خود ان کی لکھی ہوئی ہر ایک کتاب یا رسالہ متعدّد شعبہ جات میں کم از کم ریفرنس بک کے طور پر ورنہ ٹیکسٹ بک کے طور پر پڑھایا جا سکتا ہے۔

تاریخی پر منظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ دنیا میں پچھلے ڈھائی ہزار سال سے کم از کم تصنیفات اور تالیفات کا سلسلہ جاری ہے جو تاریخ میں محفوظ بھی ہے مگر ایک ہی مصنف کی دو، چار، چھ، دس، بیس، جہتوں میں تصانیف بھی مل جاتی ہیں، لیکن وہ بھی اتنی جہتوں میں یا تو علومِ عقلیہ پر لکھی گئی ہوں گی یا علوم نقلیہ پر، مگر ایسا مصنف نہیں ملتا جس نے علوم عقلیہ و علوم نقلیہ کی تمام جہتوں میں اور وہ بھی ایک سے زیادہ زبانوں میں تصنیفات لکھی ہوں؛ مگر اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کے علوم کے دارثین میں سے امام احمد رضا کو منتخب فرمایا اور ان کو دونوں جہتوں کے علوم کا ماہر فرمایا اور ان کے قلم سے ۱۰۰۰ سے زیادہ تصنیفات قلم بند کروالیں تاکہ دنیا محو حیرت رہے اور ایمان والوں کا یقین اور پختہ ہو کہ جب فخر سادات حضرت محمد ﷺ کے ایک امتی کے علم کا یہ عالم ہے تو خود اس ذات کے علم کا کیا حال ہوگا۔ اگرچہ آپ کی تصنیف نہ سہی مگر آپ تو تمام علوم کے جامع ہیں اور اللہ نے کوئی علم ایسا نہ تھا جو آپ ﷺ کو نہ دیا ہو اور آپ نے یہ علم اوّل صحابۂ کرام میں منتقل فرمایا؛ پھر حسبِ ضرورت اللہ نے جہاں جس کے لیے چاہا اس کو اتنا علم دیا اور جب ایک ایسے فرد کی ضرورت آئی کہ اس کو تمام علوم و فنون کا ماہر بنا دیا جائے تو اس نے امام احمد رضا کا انتخاب فرمایا اور یہ اہل سنّت و جماعت کے لیے قابل فخر ہے کہ وہ شخصیت امام اہل سنّت امام احمد رضا کی ہے۔

امام احمد رضا نے اپنے طالب علمی کے دور ہی سے اپنی نگارشات کی ابتدا کر دی تھی اور دوران طالب علمی بھی آپ نے کئی درسی کتب پر حواشی لکھے تھے اور ۱۴ سال سے کم عمر میں جب فارغ ہوئے تو فراغت کے فوراً بعد اپنے والد ماجد علامہ مفتی نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی کی موجودگی میں پہلا فتویٰ مسئلۂ رضاعت پر لکھا؛ جس پر آپ کے والد نے اپنے دستخط کیے اور آپ کو اپنی مسند اِفتا پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد سے زندگی کی ۵۰ بہاریں اور دیکھی اور اس ۵۰ سالہ دور میں آپ نے فتاویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ تینوں زبانوں میں تصانیف بھی تحریر فرمائیں۔ آپ کی تصانیف اور علوم وفنون کی تعداد کو سب پہلے آپ ہی کے شاگردِ رشید اور مرید و خلیفہ حضرت مولانا علامہ محمد

ظفر الدین بہاری قادری رضوی (متوفّٰی ۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۲ء) نے ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء تک کی کتب کی فہرست بنام "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" شائع کی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں: "میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسبِ فرمائش مولانا المکرم مولوی سید محمد عبد الجبار صاحب قادری حیدر آبادی، اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت کے پچاس علوم وفنون میں تصانیفِ کثیرہ کی فہرست مع فن و زبان و کیفیت و مضمون اور سالِ تصنیف کے بیان میں ایک رسالہ بنام تاریخی "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" تحریر کیا تھا، جو اسی زمانے میں مطبعِ حنفیہ، پٹنہ میں بااہتمام حضرت مولانا محمد ضیاالدین صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا اس میں ساڑھے ۳سو تصنیفات و تالیفات کی مفصّل فہرست درج تھی۔ اس کے بعد جب ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ میں چار مہینے کی رخصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے میں بریلی شریف قیام کا موقع ملا تو ۱۳۲۷ھ کے بعد کے وصال تک جس قدر تصنیفات فرمائی تھیں ان کو بہ طورِ ضمیمہ اس رسالے میں اضافہ کیا۔ اب جملہ تصنیفات ۶ سو سے زیادہ ہیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصّۂ اول، ص ۱۳، مطبوعہ انڈیا)

امام احمد رضا کی تصانیف و تالیفات کی ایک اور فہرست ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے شمارہ اکتوبر و دسمبر میں بھی شائع ہوئی تھی اور غالباً یہ وہی فہرست کتب ہے جو مولانا ظفر الدین نے الگ سے شائع کی تھی۔

امام احمد رضا کی تصانیف کی تلاش ہر دور میں جاری رہی ہے اور کئی اہلِ قلم اور محققین نے اس فہرستِ کتب کو آگے بڑھایا ہے۔ مثلاً حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر حسن رضا اعظمی صاحب نے امام احمد رضا کی فقہی خدمات پر پٹنہ یونیورسٹی انڈیا سے ۱۹۷۹ء میں PhD کی اوّل اور اعلیٰ سند حاصل کی۔ آپ کا یہ مقالہ جلد ہی انڈیا اور پاکستان سے "فقیہ اسلام" کے نام سے شائع ہوا، جس میں باب پنجم میں ۴۱۲ کتب کا احاطہ کیا، جو ان کی تحقیق کے مطابق ۵۰ علوم و فنون پر لکھی گئی ہیں؛ جب کہ آپ نے اپنے ہی مقالے کے ساتویں باب میں ۲۴۰ حواشی کتب کا بھی ذکر کیا ہے، جو انہوں نے مختلف علوم و فنون کی کتب پر تحریر کیے تھے۔ گویا ڈاکٹر حسن نے مجموعی طور پر ۶۶۲ کتب و حواشی کی تفصیل اپنے مقالے میں قلم بند کی ہے۔

امام احمد رضا پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے اور امام احمد رضا کی تصانیف کی فہرست میں مسلسل اضافہ جاری ہے۔ چنانچہ ایک اور تحقیق سامنے آئی جس میں مولانا محمد عبد المبین نعمان قادری رضوی صاحب نے امام احمد رضا کی کتبِ فہرست کو بنام "المصنّفات الرضویہ" یعنی "تصانیف امام احمد رضا" کے نام سے مبارک پور انڈیا سے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔ اس فہرست میں ۶۸۵ کتب اور حواشیِ امام احمد رضا شامل کیے گئے ہیں۔

امام احمد رضا کی کتب پر ایک اور فہرست محققِ عصر حضرت مولانا عبد الستار ہمدانی مصروف (پور بندر، ہندوستان) نے بھی مرتب کی تھی، جس کی ایک کاپی مولانا حافظ عبد الکریم رفاعی کو حاصل ہوئی جو ان دنوں چاٹگام بنگلہ دیش میں ایک مدرسے کے مہتمم بھی ہیں۔ آپ نے یہ فہرست ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر نشین محترم جناب وجاہت رسول قادری صاحب کو ان کے بنگلہ دیش کے دورۂ ۲۰۰۴ء کے دوران عنایت کی تھی، جو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنے سالنامے شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵ء میں شائع کی تھی۔ اس فہرست میں کتب و رسائل کے نام حروف ابجد کے اعتبار سے درج کیے گئے ہیں اور اس میں کل ۵۷۸ رسائل شامل ہیں۔ جب کہ امام احمد رضا کے حواشی کی الگ فہرست دی گئی ہے، یہ جس میں کل ۱۶۸/ حواشی کو حروف تہجی کے اعبار سے شائع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اب یہ کل تعداد کتب و حواشی کی ۸۶۹/ ہو گئی ہے۔ اب صرف ۱۳۰/ کتب اور حواشی کی تلاش ہے تا کہ یہ تعداد جو ۱۰۰۰/ سے زیادہ بتائی جاتی ہے، قلمی اعتبار سے بھی لوگوں کے سامنے پہنچ جائے۔ ان ۸۶۹/ کتب و حواشی میں سے اکثر کتب اور رسائل تو شائع ہو چکے ہیں؛ البتہ حواشی ابھی شائع ہونے باقی ہیں۔

امام احمد رضا نے اکثر کتب یا رسائل مستفتی کے سوال کے جواب میں لکھے ہیں۔ بہت کم کتب ایسی ہیں جو بغیر کسی استفتا کے لکھی ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا اپنے زمانے میں عوام ہی کے نہیں بلکہ خواص اور خواص الخواص علما و مشائخ کے بھی مرجع خلائق تھے۔ اس لیے ہر کوئی آپ کی طرف رجوع کرتا۔ اس لیے امام احمد رضا سائل کے سوالوں کے حجم کو نہ دیکھتے بلکہ اپنے علوم سے لوگوں کو سائل کے سوال کی حدود سے کہیں زیادہ اس کا تفصیلی جواب دے دیتے، جس کے باعث وہ فتویٰ ایک رسالے کی شکل اختیار کر لیتا اور اس کو زمانے کے اعتبار اور ضرورت کے لحاظ سے الگ سے شائع کر دیا جاتا اور بہت سارے رسائل

فتاویٰ رضویہ میں بھی شامل ہیں۔ فتاویٰ میں شامل بھی اردو، عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ چنانچہ راقم نے بھی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی اور ۱۹۸۸ء تک جو فتاویٰ رضویہ کی جتنی جلدیں میں شائع ہو چکی تھیں ان پر ایک "موضوعاتی جائزہ" کے نام سے مقالہ لکھا تھا، جو بعد میں ۱۹۸۸ء میں علیحدہ سے بھی شائع ہو۔ اس موضوعاتی جائزے میں ایک کوشش یہ کی گئی کہ ان تمام رسائل کو جو اس وقت تک فتاویٰ کی جلدیں شائع ہوئی تھیں ان کو جلد کے حساب سے ترتیب دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جلدِ اوّل میں ۲۸/ رسائل ہیں جبکہ بقیہ جلدوں میں تعداد کچھ یوں ہے: جلد دوم میں ۷/ رسائل، جلد سوم میں ۱۶ رسائل، جلد چہارم میں ۲۷/ رسائل، جلد پنجم میں ۱۰/ رسائل، جلد ششم میں ۸ رسائل، جلد ہفتم میں ۴/ رسائل، جلد ہشتم اور نہم اور دواز دھم اس وقت تک غیر مطبوعہ تھیں جبکہ جلدِ دہم جو دو حصوں پر مشتمل تھی اس میں ۱۳/ رسائل شائع ہوئے تھے اور جلد یازدھم میں صرف ۴ رسائل شامل تھے۔ اس طرح کل ۱۱۶/ رسائل کی فہرست جلد کے اعتبار سے شائع کی گئی تھی۔

امام احمد رضا کے فتاویٰ پر پچھلی دہائی میں مفتی عبد القیوم قادری نوری ہزاروی علیہ الرحمہ نے بہت اہم کارنامہ انجام دیا اور آپ نے ایک ٹیم تشکیل دے کر امام احمد رضا کے ۱۲ مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ پر نہ صرف تخریج کا کام کروایا بلکہ جو رسائل عربی اور فارسی میں تھے یا جو عبارتیں فارسی اور عربی میں تھیں ان سب کا ترجمہ بھی کروایا۔ اس طرح فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدوں کو ۳۰ جلدوں میں شائع کروا کر اہم ترین علمی کارنامہ انجام دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے وہ رسائل جو فتاویٰ میں شامل نہ تھے، مگر کسی نہ کسی فقہی باب یا کتاب کا حصہ ہوسکتے تھے، ان کو بھی شامل کرایا۔ چنانچہ ان ۳۰ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں فتاویٰ کے ساتھ ساتھ ۲۰۹/ رسائل بھی شامل ہو چکے ہیں۔ جب کہ حضرت کے وصال کے بعد اس فتاویٰ پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے اور حضرت کے تلمیذِ خاص مولانا عبد الستار سعیدی، جو تحقیقی ٹیم کا شروع سے حصّہ تھے، اپنی تحقیق جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہوں نے ایک جلد بنام "فہارسِ فتاویٰ رضویہ" مرتب کی ہے، جس میں اوّل ۲۰۴ رسائل کی فہرست جلد کے اعتبار سے مرتب کی ہے اور اس کے بعد فہرستِ عنوانات بھی مرتب کی ہے، جن کے صفحات ۸۵۰ سے زیادہ ہیں۔ اب اس فہرست کے ذریعے ایک محقق با آسانی فتاویٰ کی ہر عبارت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

دورِ حاضر میں تحقیق کی ایک اہم سمت کمپیوٹر ہے، جس میں اگر کسی کتاب کو ڈال دیا جائے تو اس کو متعدد طریقوں سے جانچا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اب محققین لائبریریوں میں جانے کے بجائے گھر بیٹھے Digital لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں اب ان کو ہزاروں لاکھوں روپے کی کتب خریدنے کی ضرورت نہیں۔ بس ایک کمپیوٹر لے لیں تو لاکھوں کروڑوں روپے کی کتب کو وہ گھر بیٹھے نہ صرف پڑھ سکتے ہیں بلکہ جس صفحے کی جس عبارت کو وہ استعمال کرنا چاہیں چند سیکنڈ میں اس کا Point حاصل کر کے اپنی تحقیق میں استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں امام احمد رضا کی کتابوں کو شائع کرنے والے دنیا میں ہزار و مکتبے تھے، اب ان کی جگہ ویب سائٹ نے لے لی ہے۔ امام احمد رضا سے محبت رکھنے والے دنیا کے گوشے گوشے میں موجود ہیں، انہوں نے امام احمد رضا کی اکثر کتب کو کمپیوٹر میں لوڈ کر دیا ہے۔ اب آپ کمپیوٹر کا ایک بٹن دبائیں اور امام احمد رضا کی مطبوعہ کتب سے استفادہ کیجیے یا غیر مطبوعہ مسوّدے سے استفادہ کیجیے۔

دعوتِ اسلامی کے شعبۂ تحقیق نے دورِ جدید کی اس ٹیکنالوجی سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے اپنے نوجوان علما و اسکالرز اور محققین کو امام احمد رضا اور دیگر اکابر اہلِ سنّت مصنفین کی کتب کو کمپیوٹر میں لوڈ کروالیا ہے اور یہ کام مزید جاری ہے۔ دعوتِ اسلامی نے فتاویٰ رضویہ کی ان ۳۰/ جلدوں کو نہ صرف لوڈ کیا ہے، بلکہ از خود انہوں نے اس کی کمپوزنگ کی ہے۔ تمام عربی عبارات کو عربی خط کے ساتھ اور اعراب کے ساتھ الگ لائنوں میں لکھا ہے۔ قرآن و حدیث اور تمام کتب کا حوالہ مع جلد و صفحات کے ساتھ الگ لائنوں میں دیا ہے اور ہر عبارت یا پیراگراف کے نیچے وہ حوالہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے اقول کو بھی Highlight کیا ہے۔ ساتھ ساتھ اس میں سرچنگ (Searching) بھی دے دی ہے کہ اگر آپ لفظ "مجدد" تلاش کرنا چاہتے ہیں تو تلاش میں اس کو لکھ کر فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں آپ بٹن دبادیں، وہ لفظ "مجدد" جس جس جلد میں، جس جس صفحے پر موجود ہو گا، آپ کو چند سیکنڈ میں کمپیوٹر کی اسکرین پر نظر آجائے گا اور آپ اس عبارت کو جتنا چاہیں پرنٹ بھی

کرلیں سمجھیے جو تحقیق کا کام بعض وقت مہینوں اور ہفتوں میں ممکن ہوتا تھا، اب منٹوں اور سیکنڈوں میں ہوجاتا ہے اب جو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اٹھالے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے آفس سیکریٹری مولانا ندیم احمد ندیم قادری نورانی، جو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی قادری میرٹھی علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں، انھوں نے بھی ایک اہم قلمی کام انجام دیا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں جو رسائلِ رضویہ ہیں ان سب کو جلدی اعتبار سے نہیں، بلکہ حروف تہجّی کی ترتیب سے جمع کردیا ہے اور اس کا نام انہوں نے بہ اعتبارِ سنِ عیسوی ۲۰۱۱ء "پاکیزہ پاکیزہ اسماءِ رسائل فتاویٰ رضویہ" رکھا ہے؛ جبکہ عمومی نام "فہرستِ رسائل فتاویٰ رضویہ" رکھا ہے۔ مؤلّف نے صرف رسائل کی ترتیب ہی نہیں کی ہے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ان رسائل کے ناموں کا، جو کہ عربی میں ہیں، ترجمہ بھی لکھا ہے اور مختصراً اس رسالے کے مضمون کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور جہاں جہاں ضرورت محسوس کی، وہاں وہاں تحقیق کے ساتھ لفظوں پر نوٹس بھی لکھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جو کہ اصل ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے اس کی کس جلد میں اور جدید فتاویٰ رضویہ جو ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے اس کی کس جلد میں ہے اور اگر وہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی اصل جلد میں نہیں تھا اور جدید جلدوں میں شامل کرلیا گیا تو اس کی بھی وضاحت کردی ہے۔ مثلاً مؤلّف ۲۴ویں رسالے سے متعلق رقمطراز ہیں:

"۲۴۔ اِقَامَةُ الْقِيَامَةِ عَلٰى طَاعِنِ الْقِيَامِ لِنَبِيِّ تِهَامَةَ (۱۲۹۹ھ)

﴿نبی تہامہ ﷺ کے لیے قیامِ تعظیمی پر طعن کرنے والے پر قیامت ڈھانا﴾ (ندیم)

میلاد شریف کی محفل میں قیامِ تعظیمی کا ثبوت اور اس کے منکرین کا ردِّ بلیغ

جدید جلد ۲۶، ص ۴۹۵ تا ۵۵۲؛ رضا اکیڈمی، جلد ۱۲، ص ۵۴ تا ۹۲۔"

مؤلّف نے بہت سے رسائل کے ناموں پر، علمِ اعداد کے لحاظ سے، بھی تحقیق کی ہے۔ بعض وقت حروف یا لفظوں میں کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے یا حروف کے اعداد شمار کرنے میں کسی بھی غلطی کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نام تاریخی نہیں؛ جب کہ امام احمد رضا نے وہ نام تاریخی رکھا ہے؛ مؤلّف نے کئی جگہ اس قسم کی وضاحت بھی کی ہے۔ چنانچہ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

"۱۰۲۔ بَابُ الْعَقَائِدِ وَالْكَلَامِ (۱۳۳۵ھ)

﴿عقائد اور کلام کا باب﴾

اس بات کا بیان کہ کوئی کافر اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا۔

جدید جلد ۱۵، ص ۵۲۹ تا ۵۵۳؛ قدیم جلد ۱، ص ۷۳۵ تا ۷۴۹۔

[نوٹ ا: اِس رسالے کے نام "بَابُ الْعَقَائِدِ وَالْكَلَامِ" کے اعداد گن کر جمع کرنے پر، مجموعہ "۳۴۹" حاصل ہوا؛ جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ یہ نام غیر تاریخی ہے؛ لیکن جب زبر و بیّنات کے حساب سے اِس نام کے اعداد شمار کیے، تو مجموعہ "۱۳۳۵" حاصل ہُوا اور یوں یہ نام بھی اکثر اَسماے رسائلِ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طرح تاریخی ہی نکلا۔۔۔]"

راقم مؤلّف کی اس کاوش پر ان کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ مستقبل میں بھی ان کے قلم سے ایسی کاوشیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتی رہیں گی اور مستقبل کے محققین یقیناً اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلّف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا شاہ تراب الحق قادری کی علالت پر عیادت

گزشتہ دنوں امیر جماعتِ اہلِ سنّت کراچی جناب مولانا سید شاہ تراب الحق قادری صاحب گردوں کے عارضے کے سبب ٹبہ کڈنی سینٹر، کراچی میں تقریباً پانچ روز زیرِ علاج رہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب اُن کے گھر عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ علاوہ ازیں ملک و بیرونِ ملک سے متعدد علماو مشائخ اور سیاسی و سماجی شخصیات نے بہ ذریعہ ملاقات اور ٹیلی فون پر شاہ صاحب سے عیادت کی۔ مختلف محافل و مجالس، نیز مدارس و مساجد میں آپ کے لیے دعائے صحت بھی کی گئی۔

اظہارِ تعزیت

غزالیِ زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی صاحب کی بڑی صاحبزادی اور سابق وفاقی وزیر جناب حاجی حنیف طیب صاحب کی ہمشیرہ یاسمین صاحبہ کے انتقال پر تمام اراکین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان دونوں مرحومات کی مغفرت فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند کرے اور لواحقین کو صبر جمیل کی دولت سے مالا مال فرمائے آمین! بجاہ النبی الامین ﷺ۔

حدائقِ بخشش پر ایک اعتراض کی حقیقت

حامد علی علیمی (ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی، پاکستان)

امام احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمۃ نے جہاں دیگر علوم و فنون پر گراں قدر تصانیف لکھ کر اُمتِ مرحومہ پر احسان فرمایا، وہیں اپنے مشہورِ زمانہ نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" کے ذریعے فنِّ شاعری میں بھی اُمت کے لیے ہدایت کا سامان مہیا فرمایا۔ یہ دیوان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی شاعری احکامِ شریعت کے مطابق، قرآن کریم کی تفسیر، حدیثِ نبوی کی تشریح، آثارِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وضاحت اور بزرگانِ دین کی حیات کی صحیح تعبیر، ردِّ بد مذہباں، نصرتِ حق، نصائح، ادعیہ پر مشتمل ہے۔ اپنی شاعری سے متعلق فرماتے ہیں: ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

مگر آج تک یہ دیوان تصحیح شدہ طبع ہونے کا منتظر ہے۔ مصحح نسخے کو شائع کرنے کی کوشش کے باوجود اس میں کچھ اغلاط رہ گئی ہیں۔ فرداً فرداً تو الحمد للہ کام ہو ہی رہا ہے، مگر اے کاش! اس فن کے ماہر افراد ایک جگہ مل کر اس پر کام کریں، تاکہ جلد از جلد یہ کام مکمل ہو اور اُمّتِ مرحومہ کے ہاتھوں میں اس دیوان کا تصحیح شدہ نسخہ، اغلاط سے مبّرا آسکے۔ بازار میں عموماً تجارتی مقاصد کے لیے بزرگوں کی کتابوں کو شائع کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے نسخہ اغلاط سے مبرا ہونے کی بجائے اغلاط سے مُبھرّا[۱] ہو جاتا ہے۔ یہی کچھ حال حدائقِ بخشش کے بعض نسخوں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا، اصل موضوع یہ ہے کہ گزشتہ دنوں میرے موبائل پر ایک پیغام آیا، یہ پیغام دیگر افراد کے موبائل فونز پر بھی بھیجا گیا اور یہ کئی دیگر افراد تک گردش کرتا رہا، اس پیغام میں "شرح صحیح مسلم" کے حوالے سے ایک عبارت لکھی ہوئی تھی، یہ عبارت عقائدِ متعلقہ ذاتِ باری تعالیٰ سے متعلق تھی، جس میں اس طرح کا مضمون تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری بزرگ ہستی کو لا کھڑا کرنا بے ادبی ہے، مثلاً یہ اشعار:

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد

پیغام بھیجنے والے نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ ایسے اشعار کہنا بے ادبی ہے چونکہ ان میں ردیف اور قافیہ امام احمد رضا خاں کی لکھی ہوئی ایک نعت سے ملتے جلتے ہیں، جس کا مطلع یہ ہے کہ؎

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

لہٰذا پیغام بھیجنے والے نے سمجھ لیا کہ یہ شعر امام احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمۃ کی نعت کا ہے۔ عجب بات یہ تھی کہ شارح صحیح مسلم نے وہاں کسی شاعر کا نام تک ذکر نہیں کیا تھا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں حنفی علیہ الرحمۃ اس طرح کے اشعار نہیں کہہ سکتے۔[۲] بس اس مقام پر اُن کا مدعیٰ یہ تھا کہ اس طرح کے اشعار کہنا بے ادبی ہے۔ مگر پیغام بھیجنے والے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ شعر امام احمد رضا خاں کا ہے، اور اپنے دل کی بیماری کو ظاہر کرنے کے لیے شرح صحیح مسلم کو آڑ بنا کر امام احمد رضا خان پر وار کیا کہ ایسے اشعار کہنا بے ادبی ہے، گویا بالفاظ دیگر امام بے ادب ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ!

لہٰذا راقم نے فوراً حدائقِ بخشش کے نسخے میں ان اشعار کو تلاش کرنا شروع کیا مگر یہ نہ ملے، دیگر نسخوں میں بھی تلاش بسیار کے بعد بھی ناکامی کا سامنا ہی رہا، ضمیر یہی کہتا رہا کہ ان اشعار میں اسلوبِ رضا نہیں دکھتا، نہ یہ اشعارِ رضا ہو سکتے ہیں۔ بالآخر بحمد اللہ تعالیٰ علمائے کرام سے استفسار کرنے کے بعد یقین ہو گیا کہ یہ اشعار امام احمد رضا خاں کے نہیں، بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے ہیں، جو انہوں نے بطورِ تضمین کہے۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ تحفظ کراچی، دسمبر ۲۰۱۱ء/ جنوری ۲۰۱۱ء، "علامہ اقبال اور عشقِ رسول"، ص ۲۴ پر راجہ رشید محمود کی تحریر "اقبال و احمد رضا"، ۱۹۷۷ء، ص ۳۳ کے حوالہ، بحوالہ "نوادرِ اقبال، سر سید بک ڈپو علی گڑھ، ص ۲۵"۔ نیز شرح حدائقِ بخشش از قاری مولانا غلام حسن قادری صاحب زید فضلہ نے ص ۱۸۸ پر مطلع کی شرح کے ضمن میں ایک واقعہ بھی نقل کیا جو اس

طرح ہے کہ: "سیالکوٹ میں کسی جلسے کی صدارت علامہ اقبال فرما رہے تھے کہ کسی نعت خواں نے اعلیٰ حضرت کی یہ نعت پڑھی تو اقبال نے وجد میں آکر فی البدیہہ دو شعر پڑھے اور کہا عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی اس نعت میں میرا حصّہ بھی ڈال دو۔ وہ شعر یہ ہیں:

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم
لگائے خدا اور بجھائے محمد"

تبصرہ

راقم کے نزدیک امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام میں آپ کے دیگر کلاموں کی طرح جو اسلوب ہے وہ یقیناً قرآن سے ماخوذ اسلوب ہے۔ کیونکہ امام احمد رضا خاں نے اس پورے کلام میں کہیں بھی نام نامی اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی فعل کی نسبت نہیں کی، ہر جگہ اسم کی نسبت فرمائی ہے؛ مثلاً "اعتلائے محمد"، "زیرِ پائے محمد" اور "رضائے محمد" وغیرہ۔ قرآنِ کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے نام نامی اسم گرامی "محمد" کی طرف براہِ راست کسی فعل کی نسبت نہیں فرمائی، جس کی وجہ سے اسم "محمد" فاعل بنتا ہو، جیسے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کی طرف فرمائی۔ مثلاً حضرت سیدنا موسیٰ اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کے اسمائے طیبہ کی طرف "قَالَ"، "اِسۡتَسۡقٰی" اور "اَحَسَّ" وغیرہ افعال کی نسبت فرمائی۔ قرآن کریم میں لفظ "محمد" چار مرتبہ مذکور ہے، جس میں صرف سورۂ آل عمران، آیت: ۱۴۴ میں اسم گرامی کے بعد فعل آیا ہے، اس میں بھی فاعل "ھُو" ضمیر ہے جو اسم گرامی کی طرف راجع ہے۔

امام احمد رضا خاں کے اس پورے کلام میں کہیں بھی عامیانہ لہجہ نظر نہیں آتا، جبکہ ان مذکورہ اشعار میں "بسائے" اور "بجھائے" کے استعمال سے ایک عامیانہ لہجہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نہ یہ اشعار امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور نہ ہی شارح صحیح مسلم نے ان کی نسبت امام احمد رضا کی طرف کر کے انہیں بے ادب قرار دیا۔ لہٰذا ان کی آڑ میں کسی طرح بھی امام احمد رضا کی ذات پر حملہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ آپ پہلے ہی اپنے مقابل افراد سے فرما چکے کہ

وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار دار سے پار ہے

(حدائق بخشش، نذیر سنز پبلشر، اردو بازار، لاہور)

تنبیہ: اکثر نسخوں میں **"کہ یہ وار وار سے پار ہے"** ملتا ہے، جو راقم کافی عرصے سے تصحیف معلوم ہوتا تھا، تاآنکہ بحمد اللہ تعالیٰ نذیر سنز پبلشرز، لاہور کا ایک پُرانہ نسخہ ہاتھ آیا، جس میں **"کہ یہ وار دار سے پار ہے"** لکھا ہے، جو درست معلوم ہوتا ہے۔ یعنی مراد یہ ہے کہ یہ دلائل رضا کے نیزے کی مار ہے کہ دشمن کے سینے کو پھاڑ کر رکھ دیا ہے، اب کسی کو استغاثہ و دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں؛ کیونکہ یہ وار تو تختۂ دار یعنی پھانسی سے بھی پار ہے۔ شاید یہ اسی طرح سے تصحیف کا شکار ہو گیا جیسے اردو کا ایک محاورہ: **"یہ مُنہ اور منصور کی دار"** جسے لوگ **"یہ مُنہ اور مسور کی دال"** کہتے ہیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُہٗ الۡاَعۡظَمُ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخری دم تک زلتِ فکر و قلم سے محفوظ فرما کر اِصابتِ فکر و قلم عطا فرمائے، بزرگانِ دین کی عزت و تعظیم کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

وَآخِرُ دَعۡوَانَا أَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

حواشی

۱؎ یہ اسم مفعول جعلی ہے مراد یہ ہے کہ اغلاط سے بھرا ہوا ہو جاتا ہے۔ (علیمی)

[۲؎ یہ تو اس وقت ثابت ہو تا جب شارح مسلم، امام احمد رضا کا نام لے کر وضاحت کرتے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا شعر نہیں ہے۔ وہ اگر اصول تحقیق کے مطابق یہاں وضاحت فرما دیتے کہ یہ شعر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نہیں، بلکہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال یا کسی اور کا ہے، تو بہتر ہوتا۔ ادارہ]

تصانیفِ خاندانِ برکات ایک نظر میں

محمد ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی

خانقاہِ برکاتیہ کے مشائخ عظام علم وفضل اور روحانی کمالات کے جامع تھے۔ اسی لیے جیسے ہر دور میں اربابِ کمال اور صاحبدلان بارگاہ حمدیت کے اس کریم آستانۂ فیض سے گہرے رشتے رہے۔ اسی طرح یہاں کے شہ نشینانِ روحانیت کے علمی فضائل وکمال اور پر زور تبلیغی اور تصنیفی خدمات کا ہم ہمہ بھی ہر دور میں محسوس کیا گیا۔

اس خانوادۂ کریم سے وابستہ پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب دام ظلہ لکھتے ہیں: "مشائخِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نے ہر دور میں تحریر وتقریر سے شریعت غراء کی تبلیغ و اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی۔ اس مضمون میں ان تمام تصانیف کا ذکر نہیں کیا جاسکتا جو اس خانقاہ کے مشائخ نے سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ نہ ہی ہم ان کے اپنے دور میں روحانی اثرات کا ذکر ان سطور میں کرسکتے ہیں، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس خانقاہ کا شہرۂ کمال چاروں طرف پہنچا ہوا تھا۔"

فقیر نے اپنے آقایانِ نعمت کی قلمی خدمات کا اجمالی جائزہ اپنے ایک مبسوط مقالے میں پیش کیا ہے۔ یہاں صرف ان کا شمار یاتی اشاریہ (انڈیکس) فہرست کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے کیفیت کے خانے میں فہرست نگاری کے اصول کی رعایت کرتے ہوئے کچھ ضروری معلوماتی اشاریے بھی درج ہیں۔

ان تفصیلات سے جو نہایت اجمالی ہیں، جہاں ہمارے مشائخ کی علمی عبقریت کی آئینہ داری ہوگی وہیں خانقاہی نظام پر چیں بہ جبیں ہونے والے ان نام نہاد دانشور حضرات کے مزعومات بلکہ افتراءات کے ختم کرنے میں بھی مدد ملے گی جو اکابرین تصوف کو علمی فضل و کمال سے خالی محض ایک گوشہ نشین درویش تصوّر کرتے ہیں۔ حالانکہ گہرا علم اس راہ میں قدم رکھنے کی بنیادی شرط ہے۔

پروفیسر محمد معین الدین دردائی (ایم اے علیگ) اپنی تصنیف "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: "مشائخِ کے حالاتِ زندگی اور ان کے اقوال کے سرسری مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صوفیائے کرام نہ صرف علوم اسلامی سے آراستہ ہوتے تھے، بلکہ اپنے مریدوں کو بھی علم حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ "جاہل پر شیطان مسخر ہوجاتا ہے۔" حضرت نظام الدین اولیاء کا فوائد الفواد میں یہ قول درج ہے کہ: "پیراں چناں باید کہ دراحکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نہ فرماید" (فوائد الفواد، ص ۱۴۴) یعنی پیر ایسا ہوگا تو وہ خود کوئی خلافِ شرع حکم نہ دے گا۔

حضرت مخدوم الملک نے "خوانِ پر نعمت" میں علم کے بارے میں واضح طور پر تاکید فرمائی ہے کہ: "کسی سالک کو بغیر علم کے اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ علم کے بغیر یا تو وہ کافر یا مجنون ہوجاتا ہے۔ بعض اولیاء ناخواندہ گزرے ہیں، مگر ان کو رحمتِ خاص سے فیض ملا تھا جس کی مثالیں بہت کم ہیں۔" (خوان پر نعمت، ص ۶-۷)

علامہ ابن جوزی جو تصوّف کے حامیوں میں نہ تھے ایک جگہ صوفیاء کے عالم ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں: وما کان المتقدمون فی التصوف الا رؤسأفی القرآن والفقه والحدیث والتفسیر (تلبیس ابلیس، ص ۳۴۵) یعنی قدمائے صوفیا قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر کے امام تھے۔

ان تفصیلات کے پڑھنے کے بعد ہر انسان فیصلہ کرسکتا ہے کہ وہ برکاتی مشائخ جن کی صوفیانہ عظمت اور درویشانہ وقار کی شہرت عالمگیر تھی، کسی قدر فضل و کمال کے جامع اور علم وفن کے کیسے شناور ہوں گے۔ ان کی علمی گہرائی اور فنّی گہرائی پر ان کی یہ ہمہ جہت، متنوع تصانیف جو کثیر موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں، کافی سے زائد بہترین شہادت ہیں۔ لیجیے اب برکاتی مشائخ کی ان گراں قدر علمی خدمات کو چشم احترام سے دیکھیے اور ان کے گہرے علمی اور روحانی نقوش دیدۂ و دل میں بسانے کی کوشش کیجیے۔

ان کا سایہ اک تجلّی، ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گی

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱	۱	سید میر عبد الواحد بلگرامی	دیوان شعر	دیوان	قلمی	
۲	۲	سید میر عبد الواحد بلگرامی	ساقی نامہ	دیوان	قلمی	
۳	۳	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح گلشن راز	تصوّف	قلمی	
۴	۴	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح مصطلحات دیوان حافظ	تصوّف	قلمی	
۵	۵	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح الکافیہ فی التصوف	تصوّف	مطبوعہ	سن تالیف ۹۷۰ھ قلمی نسخہ مارہرہ مطہرہ میں ہے۔
۶	۶	سید میر عبد الواحد بلگرامی	حقائق ہندی	تصوف	قلمی	سن تالیف ۹۷۴ھ قلمی نسخہ مارہرہ مطہرہ اور پٹنہ میں ہے۔
۷	۷	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح نزہتہ الارواح	تصوف	قلمی	سن تالیف ۹۸۵ھ مارہرہ، پٹنہ، اسلام آباد اور محمد ایوب قادری پاکستان کے ذخیرۂ کتب میں قلمی نسخے موجود ہیں۔
۸	۸	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح غوثیہ	تصوّف	قلمی	
۹	۹	سید میر عبد الواحد بلگرامی	مکاتیبِ ثلاثہ	مکاتیب	قلمی / مطبوعہ	حضرت کی شرح کافیہ کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں بہاولپور سے شائع ہوئے
۱۰	۱۰	سید میر عبد الواحد بلگرامی	حل شبہات	تصوف	قلمی	قلمی نسخہ مارہرہ میں ہے اور چند اقتباس اصح التواریخ میں ہیں۔
۱۱	۱۱	سید میر عبد الواحد بلگرامی	مناظرہ انبہ وخربزہ	تصوف شعر	قلمی	قلمی نسخہ مارہرہ میں، نیز اصح التواریخ میں مطبوع ہے۔
۱۲	۱۲	سید میر عبد الواحد بلگرامی	شرح معمہ قصہ چار برادر	تصوف شعر	قلمی	قلمی نسخہ مارہرہ میں ہے
۱۳	۱۳	سید میر عبد الواحد بلگرامی	تفسیر عفیض المحبت	تفسیر	قلمی	چند اقتباسات آئین احمدی کے قلمی نسخے میں مارہرہ میں محفوظ ہیں۔
۱۴	۱۴	سید میر عبد الواحد بلگرامی	مجموعہ اوراد	اذکار	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں قلمی نسخہ ہے۔
۱۵	۱۵	سید میر عبد الواحد بلگرامی	سبع سنابل شریف	تصوف	مطبوعہ	سن تالیف ۹۲۹ھ اس کے قلمی نسخے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بدایوں وغیرہ میں محفوظ ہیں۔
۱۶	۱	میر سید عبد الجلیل بلگرامی	معلم الخطیب	فقہ	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں موجود ہے
۱۷	۲	میر سید عبد الجلیل بلگرامی	مجموعۂ اوراد	اذکار	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں موجود ہے
۱۸	۱	میر سید محمد یحییٰ بلگرامی	میزان الاعمال و معیار الاحوال	عقائد و تصوف	قلمی	

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱۹	۱	میر سید محمد طبیب بلگرامی	حاشیۂ ہدایہ (عربی)	فقہ	قلمی	
۲۰	۲	میر سید محمد طبیب بلگرامی	حاشیہ تفسیر بیضاوی	تفسیر	قلمی	
۲۱	۱	میر سید اویس بلگرامی	بیاض اعمال واذکار	تصوف	قلمی	مارہرہ مطہرہ میں موجود ہے
۲۲	۱	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالۂ چہار انواع	تصوف	مطبوعہ	قلمی نسخہ مارہرہ مطہرہ میں ہے، اردو ترجمہ پاکستان سے شائع ہوا۔
۲۳	۲	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالۂ سوال وجواب	تصوف	قلمی	
۲۴	۳	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	عوارف ہندی	تصوف	قلمی	
۲۵	۴	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	دیوان عشقی (فارسی)	دیوان	قلمی	
۲۶	۵	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	ترجیع بند	دیوان	قلمی	
۲۷	۶	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	مثنوی ریاض العاشقین	دیوان	قلمی	
۲۸	۷	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	پیم وپرکاش	ہندی دیوان	مطبوعہ	
۲۹	۸	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	وصیت نامہ	وصایا	قلمی	
۳۰	۹	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	بیاض باطن	تصوف	قلمی	
۳۱	۱۰	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	بیاض ظاہر	تصوف	قلمی	
۳۲	۱۱	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالۂ تکسیر	تکسیر	قلمی	
۳۳	۱۲	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	تفسیر سورۂ فاتحہ	تفسیر	قلمی	
۳۴	۱۳	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	روائح بزبان اردو	تصوف	قلمی	
۳۵	۱۴	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالہ واردات التوحید	تصوف	قلمی	
۳۶	۱۵	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	ارشاد السالکین	تصوف	قلمی	
۳۷	۱۶	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالۂ عقائد صوفیہ	تصوف	قلمی	
۳۸	۱۷	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالہ معمول	تصوف	قلمی	
۳۹	۱۸	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	رسالۂ اشارہ ہندی	تصوف	قلمی	
۴۰	۱۹	سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی	اوراد واعمال کے متعدد رسائل	اذکار	قلمی	
۴۱	۱	سید شاہ آل محمد برکاتی	بیاض دہلی	اذکار	قلمی	
۴۲	۱	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	کاشف الاستار شریف	تصوف	قلمی	
۴۳	۲	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	فص الکلمات	تصوف	قلمی	
۴۴	۳	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	مثنوی اتفاقیہ	شعر وادب	قلمی	
۴۵	۴	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	قصدۂ گوہر بار	شعر وادب	قلمی	

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۴۶	۵	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	رسالۂ عقائد	عقائد	قلمی	
۴۷	۶	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	وصیت نامہ	وصایا	قلمی	
۴۸	۷	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	مکاتیبِ شریفہ	مکاتیب	قلمی	
۴۹	۸	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	بیاض اعمال واشغال	تصوف	قلمی	
۵۰	۹	سید شاہ محمد حمزہ برکاتی	دیوان شعر	دیوان	قلمی	سیدی شاہ حمزہ کی اکثر تصانیفِ مبارکہ کے خطی نسخے مارہرہ میں موجود ہیں
۵۱	۱	سید شاہ محمد حقانی برکاتی	تفسیر عنایت رسول کی	تفسیر	قلمی	
۵۲	۲	سید شاہ محمد حقانی برکاتی	نعت رسول کی	سیرت	قلمی	یہ "لباب الاخبار" کا ترجمہ ہے
۵۳	۳	سید شاہ محمد حقانی برکاتی	بیاض فوائد	تصوف	قلمی	ان سب کے قلمی نسخے مارہرہ میں ہیں
۵۴	۱	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	آئین احمدی (۳۴ جلد)	جامع الفنون	قلمی	چند جلدیں مارہرہ میں ہیں اور بعض بدایوں اور الٰہ آباد میں، اکثر مفقود ہیں
۵۵	۲	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	بیاض عمل و معمول دوازدہ ساتھی	تصوف	قلمی	
۵۶	۳	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	آداب السالکین	تصوف	مطبوعہ	قلمی نسخے متعدد مقامات مارہرہ، مبارک پور وغیرہ میں موجود ہیں
۵۷	۴	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	مثنوی تصوف	تصوف	قلمی	
۵۸	۵	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	دیوان شعر فارسی	دیوان	قلمی	
۵۹	۶	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	وصیت نامہ خاص	وصایا	قلمی	
۶۰	۷	سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی	وصیت نامہ عام	وصایا	قلمی	
۶۱	۱	سید شاہ آل رسول برکاتی	خطبہ جمعہ	فقہ	مطبوعہ	
۶۲	۲	سید شاہ آل رسول برکاتی	مختصر تاریخ	فقہ	مطبوعہ	
۶۳	۱	سید شاہ اولاد رسول برکاتی	ذکر میلاد مبارک	اسلامیات	مطبوعہ	
۶۴	۲	سید شاہ اولاد رسول برکاتی	تفصیل تبرکات خاندانی	اسلامیات	مطبوعہ	
۶۵	۳	سید شاہ اولاد رسول برکاتی	رسائل طب	طب	قلمی	
۶۶	۴	سید شاہ اولاد رسول برکاتی	رسالہ حالات خاندان	تاریخ	قلمی	
۶۷	۱	سید شاہ محمد صادق برکاتی	بیاض طب (۲ جلد)	طب	قلمی	
۶۸	۱	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	العسل المصطفٰی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفٰی	عقائد	مطبوعہ	سن تالیف ۱۲۹۸ھ
۶۹	۲	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	سوال وجواب	عقائد	مطبوعہ	مسئلہ تفضیل سے متعلق ہے

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۷۰	۳	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	اشتہار نوری	مناظرہ	مطبوعہ	ردِّ ندوہ
۷۱	۴	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	تحقیق التراویح	فقہ ومناظرہ	مطبوعہ	ردِّ غیر مقلدین
۷۲	۵	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	دلیل الیقین من کلمات العارفین	مناظرہ	مطبوعہ	ردِّ تفضیلیہ
۷۳	۶	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	عقیدۂ اہلِ سنّت نسبت محاربین جمل صفین وہزوان	مناظرہ	مطبوعہ	
۷۴	۷	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	لطائف طریقت کشف القلوب	تصوف	مطبوعہ	
۷۵	۸	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	النور والسماء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء	تصوف	مطبوعہ	
۷۶	۹	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	سراج العوارف فی الوصایا والعارف	تصوف	مطبوعہ	
۷۷	۱۰	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	الجفر	جفر	مطبوعہ	
۷۸	۱۱	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	انجوم	نجوم	مطبوعہ	
۷۹	۱۲	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	تخییل نوری	دیوان شعر	مطبوعہ	
۸۰	۱۳	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ غوثیہ	اذکار	قلمی	
۸۱	۱۴	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ معینیہ	اذکار	قلمی	
۸۲	۱۵	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	مجموعہ اسماء عالیہ	اذکار	قلمی	
۸۳	۱۶	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ نقشبندیہ	اذکار	قلمی	
۸۴	۱۷	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ صابریہ	اذکار	قلمی	
۸۵	۱۸	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ ابی العلائیہ	اذکار	قلمی	
۷۶	۱۹	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ مداریہ	اذکار وتصوف	قلمی	
۸۷	۲۰	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	الصلوٰۃ الرضیہ للفقرۃ المارھرویۃ	اذکار وتصوف	قلمی	
۸۸	۲۱	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	صلوٰۃ الاقربا	اذکار وتصوف	قلمی	
۸۹	۲۲	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	اسرارِ اکابرِ برکاتیہ	اذکار وتصوف	قلمی	یہ حضرت کی آخری تصنیف ہے۔
۹۰	۲۳	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	مجموعہ ہائے اعمال واشغال	اذکار وتصوف	قلمی	بے شمار مجموعے سرکار نور نے مرتب فرمائے
۹۱	۱	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	مجموعۂ سلاسل (منظوم)	تصوف	مطبوعہ	
۹۲	۲	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	مجموعۂ کلام	شعر	قلمی	حضرت تاج العلماقدس سرہ نے مجموعہ کلام کی اشاعت کا عزم فرمایا تھا۔ پتا نہیں شائع ہو سکا یا نہیں

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۹۳	۳	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	رسائل اعمال و تکسیر	تکسیر او فاق	قلمی	
۹۴	۴	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	رسالہ در تحقیق مسائل عدیدہ	فقہ	مطبوعہ	
۹۵	۵	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	رد القضا من الدعا فی اعمال دفع الوبا	فقہ	مطبوعہ	
۹۶	۶	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	مفاوضات طیبہ	مکاتب	مطبوعہ	
۹۷	۷	سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی	گلدستہ چمنستان سنیت	اسلامیات	مطبوعہ	مجموعۂ مضامین ۱؎
۹۸	۱	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی	رسالہ مباحث امامت	فقہ	مطبوعہ	
۹۹	۲	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی	عقائد نامہ (منظوم)	عقائد	مطبوعہ	
۱۰۰	۳	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی	طرف المبتدعین عن مجالس المسلمین	مناظرہ	مطبوعہ	
۱۰۱	۴	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی	رسالہ در ردّ ترک اسلام دھرم پال آریہ	مناظرہ	قلمی	
۱۰۲	۵	سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی	مکتوب در ردّ قادیانی	مناظرہ	قلمی	ان کے علاوہ ایک مختصر تضمین اور دیگر قلمی آثار بھی مارہرہ میں ہیں
۱۰۳	۱	تاج العلما سید محمد میاں قادری	القول الصحیح فی امتناع الکذب القبیح	عقائد مناظرہ	مطبوعہ	
۱۰۴	۲	تاج العلما سید محمد میاں قادری	رسالہ در اثبات واجب الوجود	عقائد	مطبوعہ	
۱۰۵	۳	تاج العلما سید محمد میاں قادری	حاشیہ بر خلاصہ منطق للبدایونی	منطق	مطبوعہ	
۱۰۶	۴	تاج العلما سید محمد میاں قادری	بحث الاذان	فقہ، مناظرہ	مطبوعہ	
۱۰۷	۵	تاج العلما سید محمد میاں قادری	شافی جواب پر کافی ایرادات	فقہ	مطبوعہ	
۱۰۸	۶	تاج العلما سید محمد میاں قادری	بدایونی تحریر کے شافی جواب	فقہ، مناظرہ	مطبوعہ	
۱۰۹	۷	تاج العلما سید محمد میاں قادری	تاریخ خاندانِ برکات	تاریخ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۲۹ھ
۱۱۰	۸	تاج العلما سید محمد میاں قادری	اصح التواریخ	تاریخ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۴۷ھ
۱۱۱	۹	تاج العلما سید محمد میاں قادری	نماز پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ	فقہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۳۴ھ
۱۱۲	۱۰	تاج العلما سید محمد میاں قادری	خیر الکلام فی مسائل الصیام	فقہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۳۵ھ
۱۱۳	۱۱	تاج العلما سید محمد میاں قادری	اکمل التاریخ پر ایک تنقیدی تبصرہ	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۱۴	۱۲	تاج العلما سید محمد میاں قادری	نور مدائح پر ایک تنقیدی نظر	تنقید اسلامی	مطبوعہ	[مولانا غلام شبر بدایونی کی تصنیف کا جائزہ]
۱۱۵	۱۳	تاج العلما سید محمد میاں قادری	قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۱۶	۱۴	تاج العلما سید محمد میاں قادری	انسدادِ قربانی گاؤ کے متعلق مسلم لیگ کا ریز ولیشن اور اس پر مذہبی نقطۂ نظر سے تنقید	تنقید اسلامی		
۱۱۷	۱۵	تاج العلما سید محمد میاں قادری	کیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۱۸	۱۶	تاج العلما سید محمد میاں قادری	خطبۂ صدارت جماعت انصار الاسلام	تنقید اسلامی	مطبوعہ	

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱۱۹	۱۷	تاج العلما سید محمد میاں قادری	گاندھویوں کا اعمال نامہ	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۲۰	۱۸	تاج العلما سید محمد میاں قادری	لیڈروں کا کارنامہ	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۲۱	۱۹	تاج العلما سید محمد میاں قادری	برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۲۲	۲۰	تاج العلما سید محمد میاں قادری	التحقیقات الشرعیہ فی رد خباثات الگاندھویہ	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۲۳	۲۱	تاج العلما سید محمد میاں قادری	مثنوی	فقہ	مطبوعہ	
۱۲۴	۲۲	تاج العلما سید محمد میاں قادری	البرہان التوی علی عدم جواز التراویح حلف الصبی	فقہ	مطبوعہ	
۱۲۵	۲۳	تاج العلما سید محمد میاں قادری	تفہیم المسائل بارسال الرسائل	فقہ	مطبوعہ	
۱۲۶	۲۴	تاج العلما سید محمد میاں قادری	مجموعہ مضامین	اسلامیات	مطبوعہ	
۱۲۷	۲۵	تاج العلما سید محمد میاں قادری	مجموعۂ فتاویٰ	فقہ	مطبوعہ	
۱۲۸	۲۶	تاج العلما سید محمد میاں قادری	خزانۂ واقعاتِ عجیبہ	تذکرہ	مطبوعہ	
۱۲۹	۲۷	تاج العلما سید محمد میاں قادری	تذکرہ حضرت فقیر عالم قدس سرہ	تذکرہ	مطبوعہ	
۱۳۰	۲۸	تاج العلما سید محمد میاں قادری	حق کی فتح مبین	مناظرہ	مطبوعہ	
۱۳۱	۲۹	تاج العلما سید محمد میاں قادری	ترجمہ آداب السالکین	ترجمہ	مطبوعہ	
۱۳۲	۳۰	تاج العلما سید محمد میاں قادری	شوکت اسلام	شعر	مطبوعہ	یہ مسدس منظوم رسالہ ہے۔
۱۳۳	۳۱	تاج العلما سید محمد میاں قادری	مجموعہ مکتوبات	مکاتیب	مطبوعہ	تاج العلما اور مولانا عبدالباری کے درمیان خلافت کے مسئلے پر مراسلت ہوئی یہ انہیں مکاتیب کا مجموعہ ہے
۱۳۴	۳۱	تاج العلما سید محمد میاں قادری	فتنۂ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۳۵	۳۲	تاج العلما سید محمد میاں قادری	رسالہ دررڈ مغالطات گاندھویہ	تنقید اسلامی	مطبوعہ	
۱۳۶	۳۳	تاج العلما سید محمد میاں قادری	العذاب الاکبر لمانع ذبح البقر	فقہ	مطبوعہ	
۱۳۷	۳۴	تاج العلما سید محمد میاں قادری	مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری	تنقید	مطبوعہ	
۱۳۸	۳۵	تاج العلما سید محمد میاں قادری	طرو مغالطہ لیگ	تنقید	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۵۸ھ
۱۳۹	۳۶	تاج العلما سید محمد میاں قادری	سبع سنابل شریف کا اُردو ترجمہ	ترجمہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۵۸ھ
۱۴۰	۳۷	تاج العلما سید محمد میاں قادری	بہترین وصیتیں	ترجمہ	مطبوعہ	وصایا کی ترتیب اور ترجمہ حضرت تاج العلمانے فرمایا
۱۴۱	۳۸	تاج العلما سید محمد میاں قادری	پاک وصایا مقدسہ	ترجمہ	مطبوعہ	۲ے

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱۴۲	۱		رہنمائے مرشدین	تصوف	مطبوعہ	
۱۴۳	۲		اخلاق کی تعلیم	اخلاقیات	مطبوعہ	
۱۴۴	۳		رموز حمزہ	تصوف	مطبوعہ	یہ قصیدۂ غوثیہ کی فارسی شرح ہے
۱۴۵	۴		دیوبندیوں کا پاکیزہ فوٹو گراف	مناظرہ	مطبوعہ	
۱۴۶	۵		تحریک امارت شرعیہ پر ایک نظر	تنقید	مطبوعہ	
۱۴۷	۶		سیرت کمیٹی کا اسلام	تنقید	مطبوعہ	
۱۴۸	۷		شموع الانوار	مناظرہ	مطبوعہ	
۱۴۹	۸		لاہور کا مناظرہ	مناظرہ	مطبوعہ	
۱۵۰	۹		رویت ہلال کا فتویٰ	فقہ	مطبوعہ	۳
۱۵۱	۱	سید شاہ آل عبا قادری	بے پر کی	ادب	مطبوعہ	
۱۵۲	۲	سید شاہ آل عبا قادری	اپنی موج میں	ادب	مطبوعہ	
۱۵۳	۳	سید شاہ آل عبا قادری	میرا فرمایا ہوا	ادب	مطبوعہ	۴
۱۵۴	۱	سید العلما حکیم سید آل مصطفیٰ برکاتی	فیض تنبیہ	ادب	مطبوعہ	
۱۵۵	۲	سید العلما حکیم سید آل مصطفیٰ برکاتی	نئی روشنی	ادب	مطبوعہ	دینی ناول
۱۵۶	۳	سید العلما حکیم سید آل مصطفیٰ برکاتی	مقدس خاتون	ادب	مطبوعہ	دینی اور مذہبی ناول
۱۵۷	۴	سید العلما حکیم سید آل مصطفیٰ برکاتی	خطبۂ صدارت	اسلامیات	مطبوعہ	۵
۱۵۸	۱	احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی	تشریح اہل اللہ فی تفسیر ما اہل بہ لغیر اللہ	فقہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۷۳ھ
۱۵۹	۲	احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی	اندھیری کے وہابیوں کی بہترین حق نماد ہن دوزی	فتویٰ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۳۷۲ھ یہ رسالہ دوائے دل کے نام سے حال میں شائع ہوا
۱۶۰	۳	احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی	۱۳۷۳ھ کے تبلیغی دورے	سفرنامہ	مطبوعہ	
۱۶۱	۴	احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی	مدائح مرشد	شعر	مطبوعہ	
۱۶۲	۵	احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی	مجموعہ مضامین	اسلامیات	مطبوعہ	
۱۶۳	۱	سید آل رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	مصطفیٰ جان رحمت	سیرت	مطبوعہ	
۱۶۴	۲	سید آل رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	شانِ نعتِ مصطفیٰ	شعر	مطبوعہ	پہلا نعتیہ مجموعہ جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت کی ۱۷ نعتوں پر تضمین ہے
۱۶۵	۳	سید آل رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	اسرارِ خاندان مصطفےٰ	ترجمہ	مطبوعہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے افادات رسالہ فیض عام کا اردو ترجمہ ہے

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱۶۶	۴	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	مدائح مصطفٰے	دیوان	مطبوعہ	یہ نعتیہ دیوان آپ کے پہلے حج کی یاد گار ہے
۱۶۷	۵	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	تنویر مصطفٰے	دیوان	مطبوعہ	دوسرا نعتیہ دیوان
۱۶۸	۶	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	عرفان مصطفٰے	دیوان	مطبوعہ	تیسرا نعتیہ دیوان
۱۶۹	۷	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	نوازشِ مصطفٰے	دیوان	مطبوعہ	چوتھا نعتیہ دیوان سن اشاعت ۱۹۹۷
۱۷۰	۸	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز	فقہ	مطبوعہ	سن اشاعت ۱۹۹۷ء
۱۷۱	۹	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	علم غیب رسول اللہ ﷺ	عقائد	زیر ترتیب	
۱۷۲	۱۰	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	سبع سنابل شریف پر مداری اعتراضات کے برکاتی جوابات	تنقید	زیر ترتیب	
۱۷۳	۱۱	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	نظم الٰہی (انگریزی)	تفسیر	مطبوعہ	سورہ بقرہ تک کی تفسیر ایک جلد میں شائع ہو چکی ہے۔
۱۷۴	۱۲	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	مصطفٰے سے مصطفٰے حیدر حسن تک	تذکرہ	مطبوعہ	
۱۷۵	۱۳	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	کیا آپ جانتے ہیں؟	اسلامیات	مطبوعہ	چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل آپ کی یہ بہترین مفید اور مقبول ترین تصنیف ہے۔
۱۷۶	۱۴	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	ہندی کنزالایمان وخزائن العرفان	ترجمہ	زیر طبع	
۱۷۷	۱۵	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	گھر آنگن میلاد	سیرت	زیر طبع	
۱۷۸	۱۶	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	ذبح عظیم	شہادت نامہ	زیر طبع	
۱۷۹	۱۷	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	Ahl-e-Bait, the exalted ones	اسلامیات	زیر طبع	
۱۸۰	۱۸	سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مدظلہ	Islam The Religion Ultimate	اسلامیات	زیر طبع	مزید کئی کتابیں زیر تصنیف ہیں
۱۸۱	۱	ڈاکٹر سید جمال الدین تبسم مدظلہ	برطانوی راج میں مذہب اور سیاست بریلوی تناظر	مذہبی تاریخ	مطبوعہ	طباعت ۱۹۹۴ء، اس کتاب پر مصنف کو دہلی اُردو اکیڈمی نے انعام دیا
۱۸۲	۲	ڈاکٹر سید جمال الدین تبسم مدظلہ	تاریخ نگاری قدیم وجدید رجحانات	ادب و تاریخ	مطبوعہ	سال طباعت ۱۹۹۴ء۔ یہ کتاب یوپی اردو اکیڈمی کی جانب سے انعام یافتہ ہے۔
۱۸۳	۳	ڈاکٹر سید جمال الدین تبسم مدظلہ	دی اسٹیٹ انڈر تیمور	تاریخ	مطبوعہ	۱۹۹۵ء
۱۸۴	۴	ڈاکٹر سید جمال الدین تبسم مدظلہ	سلاطین دہلی کے سیاسی نظریات	سیاست		؎

نمبر	شمار	مصنف	تصنیف	موضوع	کیفیت	تفصیل
۱۸۵	۱	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	شاہ برکت اللہ حیات اور کارنامے	تاریخ	مطبوعہ	سن اشاعت ۱۹۸۰ء
۱۸۶	۲	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	ترجمہ سراج العوارف	ترجمہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۹۸۲ء
۱۸۷	۳	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	ترجمہ چہار انواع	ترجمہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۹۸۸ء
۱۸۸	۴	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	ترجمہ آداب السالکین	ترجمہ	مطبوعہ	سن تالیف ۱۹۸۷ء
۱۸۹	۵	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	قائم چاندپوری	ادب		
۱۹۰	۶	ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ	ادب اور ادیب	ادب		۷
۱۹۱	۱	سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ	دار سے بچھڑے	ادب	مطبوعہ	یہ چند کہانیوں کا مجموعہ ہے
۱۹۲	۲	سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ	نمبر دار کا نیلا	ادب	مطبوعہ	یہ ایک ادبی ناول ہے
۱۹۳	۳	سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ	میرا امن قصہ سنو	ادب	زیر طبع	یہ ایک ادبی ناول ہے
۱۹۴	۴	سید محمد اشرف قادری برکاتی مدظلہ	اُردو ادب میں علی گڑھ کا حصہ	ادب	مطبوعہ	۸

ممکنہ وسائل سے خاندانِ برکات کے تعلق سے جو مواد دستیاب ہو سکے فقیر برکاتی رضوی نے پیش کر دیے۔ اسے کسی صورت سے ایک جامع اجمالی خاکہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بس یہ چند سطریں فضل و کمال کے ان گہرے سمندروں کی چند موجزہ لہروں کا عکس کہی جا سکتی ہیں، جنہیں دیکھ کر سمندر کی گہرائی اور فیض کی طغیانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

حواشی

۱۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف ہیں جو آپ نے دوسروں کو عطا فرمادیں اور ان کے نام سے شائع ہوئیں۔

۲۔ یہ حضرت حاتم قدس سرہ کا وصایا مقدسہ کا ترجمہ ہے۔ ان کے علاوہ ذکر میلاد مبارک و تفصیل تبرکات خاندانی، گلدستہ چمنستان سنیت مفاوضات طیبہ کو حضرت تاج العلما قدس سرہ نے اپنی ترتیب اور تشریح کے ساتھ شائع کیا۔

۳۔ ان نو تصانیف کا تذکرہ حضرت تاج العلما کی تصنیف "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری" کے اخیر میں دی گئی برکاتی دارالاشاعت کی فہرست کتب میں ملا۔ ان کے مصنّفین کا نام اس میں ذکر نہیں، لیکن کچھ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر حضرت تاج العلما کی تصنیفات ہیں۔ اس لیے فقیر نے حضرت تاج العلما کی تصانیف سے متصل ان کا تذکرہ کیا۔ ۱۲ رضوی

۴۔ یہ تینوں خالص ادبی اور ظریفانہ تصانیف ہیں۔ حضرت سید آل عبا قدس سرہ کو ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔ آپ کا قلمی نام "آوارہ" تھا۔ آپ کی یہ کتابیں جامعہ ملیہ دہلی کے نصاب میں شامل ہیں۔

۵۔ اسے حضرت سیّد العلماء قدس سرہ نے آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما کانپور کے ۱۹۶۳ء نومبر میں منعقد ہونے والی سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس میں پیش فرمایا۔

۶۔ ان کے علاوہ آپ تین رسالے ایڈٹ کرتے ہیں۔ جامعہ ملیہ کا ترجمان ماہنامہ "جامعہ" سہ ماہی "اسلام اور عصر جدید" (اردو) "دی اسلام اینڈ موڈرین ایج" (انگریزی) اور خانقاہ برکاتیہ کے ترجمان "اہلِ سنّت کی آواز" کی ادارت بھی آپ کے ذمّے ہے، سے جو سال بسال عرس قاسمی پر شائع ہوتا ہے۔

۷۔ ان کے علاوہ کچھ اور ادبی اور دینی موضوعات پر تصانیف ہیں، جو ابھی شائع نہیں ہوئیں۔

۸۔ ایک قیمتی مقالہ جو علیگڑھ میگزین میں شائع ہوا۔ ان قیمتی ادبی کتابوں کے علاوہ آپ کی نعتوں، منقبتوں اور بہاریہ غزلوں کا بھی ایک مجموعہ ہے جو ابھی مرتب ہو کر شائع نہیں ہوا۔

✖ ✖ ✖ ✖ ✖

شاہِ برکات و برکات پیشینیاں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

جانیے

از افادات: **امام احمد رضا محدث بریلوی** ترتیب: **فرحان احمد قادری** (مصطفوی شریعہ کالج)

Abstract: Imam Ahmad Raza was a popular religious figure among the public and ulema. Ulema, Sufi masters and judges consulted him for rulings. Likewise masses approached him for solutions to daily-life affairs. This article presents a collection of Raza's rulings on those common questions from vol.24 (new edition) of *Fatawa-e Razavia*.

امام احمد رضا مرجع خواص و عوام تھے۔ آپ کے زمانے کے علماو مشائخ، والیانِ ریاست و جج صاحبان آپ کی طرف مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ عام مسلمان بھی اپنے روز مرّہ کے معاملات میں آپ سے شرعی احکام معلوم کرتے۔ معارف رضا میں ان فتاویٰ کو "جانیے" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کا انتخاب فتاویٰ رضویہ کی تخریج شدہ جلد ۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بطورِ حوالہ متعلقہ صفحہ نمبر (قوسین) میں درج کر دیے گئے ہیں۔

بچوں کا نام "محمد" رکھنے کے فضائل

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: انبیا کے ناموں پر نام رکھو (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام ابو داؤد اور نسائی نے ابو وہب جشمی کے حوالے سے اسے روایت کیا اور اس کے لیے تتمہ ہے، نیز امام بخاری نے تاریخ میں سمُّوا کے لفظ سے حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کے ساتھ اسے روایت کیا اور اس کے لیے دوسرا تتمہ ہے۔ (ادب المفرد ، ابوداؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء)

"محمد" اور "احمد" ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں: حدیث (۱) صحیحین و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس (۲) صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر (۳) معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: سمّوا باسمی ولاتکنوا بکنیتی۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث (۴) ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لیے اس کا نام "محمد" رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں: ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب واسنادہ حسن۔ جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ردالمحتار بحوالہ السیوطی کتاب الحظر والاباحۃ)

حدیث (۵) حافظ ابوطاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کیے جائیں گے؛ حکم ہوگا انہیں جنّت میں لے جاؤ، عرض کریں گے: الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا: ادخلا الجنۃ فانی اٰلیت علی نفسی ان لایدخل النار من اسمہ احمد ومحمد۔ جنت میں جاؤ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام "احمد" یا "محمد" ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔ (الفردوس بماثور الخطاب) یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرفِ قرآن و حدیث و صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو، کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ (جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں، بدمذہب اگرچہ حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالبِ ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنّم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابوامامہ و حذیفہ و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں، (کنزالعمال بحوالہ قط فی الافراد) (العلل المتناہیۃ باب ذم الخوارج)

اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں تو محمد عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لیے ان حدیثوں میں اصلاً

بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان کی طرح کفار جن کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنّت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث (۶) ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر الفتنی، باب فضل اسمہ واسم الانبیاء)

حدیث (۷) حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، حدیث (۸) دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، حدیث (۹) ابن عدی کامل اور ابو سعد نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس دستر خوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کیے جائیں۔ (الکامل لابن عدی ترجمہ احمد بن کنانہ شامی)

حاصل یہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔ لہٰذا حدیث امیر المؤمنین کے لفظ یہ ہیں: مامن مائدۃ وضعت فحضر علیہا من اسمہ احمد ومحمد الا قدس اللہ ذٰلک المنزل کل یوم مرتین ۳۔ کوئی دستر خوان بچھایا نہیں گیا کہ اس پر ایسا شخص تشریف لائے جس کا نام احمد اور محمد ہو (ﷺ) تو اللہ تعالیٰ ہر روز دوبار اس گھر کو تقدس بخشتا ہے یعنی مقدس کرتا ہے (اور ہر روز دوبار وہاں اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مترجم)۔ (الفردوس بماثور الخطاب، عن علی ابن ابی طالب)

حدیث (۱۰) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری مرسلاً راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ (کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عثمان العمری مرسلاً)

ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف "محمد" نام رکھا پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لیے عرف جدا مقرر کیے۔ بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے گھر پانچ محمد اب موجود ہیں: سلمہم اللہ تعالیٰ وعافاہم والی مدارج الکمال رقاہم (اللہ تعالیٰ ان سب کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے اور انہیں مدارج کمال تک پہنچائے۔ت) اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے: جعلہم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ امین (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے اور اسم محمد کی اس عزت وتوقیر کے صدقے جو اس کی بارگاہ میں ہے ہمارے لیے اپنی رحمت اور ان کی ذات کو ذریعۂ اجر، ذخیرہ اور پیشرو بنادے، آمین۔ت)

حدیث (۱۱) ظرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب کوئی قوم کسی مشورے کے لیے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لیے مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔ (العلل المتناہیۃ، باب فضل اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حدیث (۱۲) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔ (المعجم الکبیر)

حدیث (۱۳) حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ، اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔ (تاریخ بغداد)

حدیث (۱۴) بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار باب کرامۃ اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حدیث (۱۵) فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کی: جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے اپنا ہاتھ

عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔ (فتاوی امام شمس الدین سخاوی) سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے (دسویں حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی نے اس کو شرح تیسیر میں ذکر فرمایا اور اسی طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب للدنیہ میں ذکر کیا ہے۔) (التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث ماضر احد کم الخ)

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔ (ص:۶۸۵ تا ۶۹۱)

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث نام رکھنا

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا، عزوجل فرماتا ہے: ویطوف علیهم غلمان لهم کانهم لؤلؤ مکنون۔ ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔ (القرآن الکریم) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہرگز تم میں اب کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ؛ تم سب خدا کے بندہ ہو ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔ (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔) (صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ)

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں خدا ورسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں والعیاذباللہ رب العالمین (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔) مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا، غلام کے معنٰی حقیقی پسر ہیں، ولہٰذا عبید کو شفقۃ عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ" میں زیر حدیث فرماتے ہیں: مگر وہ یوں کہے میرا غلام، میری باندی، میرا جوان، میری لونڈی۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تقاضائے ادب کو ملحوظ رکھا جائے، کیونکہ اس کی نسبت سے یوں کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ کا بندہ، اللہ کی بندی، اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا غلام یا اللہ تعالیٰ کی لونڈی اور فتٰی اور فتاۃ (جوان مرد، جوان عورت) کو بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاتا، باختصار۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث والعشرون)

سبحان اللہ! یہ عجیب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لیے روا نہیں، بلکہ اس کے غیر ہی کے لیے خاص ہے؛ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دینِ فاسد میں محبوبانِ خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا، پھر چاہے وہ بات خدا کے لیے خاص ہونا درکنار خدا کے لیے جائز، بلکہ متصور ہی نہ ہو، آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے "تقویۃ الایمان" میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، مور چھل جھلنا شرک بتادیا اور اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کی ہیں گنا دیا یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا میری ہی تربت کو مور چھل جھلنا ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر شان والے کی توفیق کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں)؛

آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے: ع چو غلام آفتابم از آفتاب گویم (جب میں سورج کا غلام ہوں تو پھر سب کچھ سورج ہی کے حوالے سے کہوں گا۔) (رسالہ کلمۃ الحق لصدیق حسن خاں) خدا کی شان غلام محمد، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث تو معاذاللہ شرک وحرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز وبے ملام، حالانکہ ترجمہ کیجیے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار کا نام سورج داس، زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر بڑی شان والے کی توفیق کے کسی میں نہیں۔) (ص:۶۹۱ تا ۶۹۲)

دُور و نزدیک سے

خطوط، ای میل، پیغامات، خبریں اور کُتبِ نو

محمد ناصر الدین (ڈھاکہ، بنگلہ دیش)

Sir, You will [be] very glad to know that I am going to complete PhD on Alahazrat Imam Ahmad Raza and on his poetry in Bangla from Dhaka University, Bangladesh under the honorable Adviser Professor Dr. A.N.M. Raisuddin Former Chairman Department of Islamic Studies of Dhaka University.

Now I need your help. If you kindly send me the research materials like books, articles etc, I will be glad. I am ready to progress my research.

محمد وارث بھٹی (ڈپارٹمنٹ آف لائبریریز، اسلام آباد، پاکستان)

I acknowledge with thanks the receipt of the following periodical delivered to national library of Pakistan under Copyright Law سالنامہ معارفِ رضا ۲۰۱۱. This valuable journal has been added in the National Library collection. The readers of the Library would get knowledge and important information from this issue. I hope that National Library of Pakistan will receive all forthcoming issues of the "معارف" regularly.

فرقان احمد قادری (دمشق، شام)

The acceptance of Alahazrat's translation in the Middle East

I am happy to inform the Muslim Ummah that we have received a great gift from Damascus in the form of the holy Quran, it is a piece of technology which will not only benefit those who read the Quran but will also benefit those who are ready to learn it. The translations will also allow children to practice in their own pace and listen to a teacher who never tires of repeating.

The Quran consists of the Holy Book in its regular written form but it is accompanied by a pen which is moved across the words and it literally reads the page, because of this it enables the user to listen to the Quran in three different recitations (hafz, qaloon, Warsh) and its translations can be found in 10 different languages, for the Ahl-e Sunnah wal Jamah it will come as a great piece of news that the Urdu translation is that of none other than our AlaHazrat Mujaddid-e Millat ash Shah Imam Ahmad Raza Khan Bareilly from his esteemed translation named Kanz-ul-Iman. The rest of the languages are as follows; English, French, Malaysian, Russian, Spanish, Chinese, Turkish, Arabic, German and Urdu.

خوشخبری: تمام اہلسنت والجماعت کو مبارک ہو کہ دارلمعارفہ (دمشق، شام) نے ایک ایسا قرآن پاک پین کے ساتھ شایع کیا ہے جو تین روایتوں پر (حفظ، قالون، ورش) سے تلاوت کرتا ہے اور دنیا کی ۱۰ مشہور زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، ملائیشین، روسی، ہسپانوی، چینی، ترکی، عربی، جرمن اور اردو) میں ترجمہ بھی بیان کرتا ہے۔ اُردو زبان میں اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مشہورِ زمانہ ترجمہ کنزالایمان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس قرآن پاک کو جامعۃ الازہر اور شام کے دارالافتاء کی اجازت حاصل ہے۔ دارلمعارفہ کے ساتھ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (بخط رومن)

فرقان احمد قادری(دمشق،شام)

السلام علیکم،شام سے عنقریب چھپنے والی کتابوں کی تفصیل حاضر ہے۔
(۱)القادیانیه وتهافت قادیانیه ۔اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے قادیانیوں کے بارے میں لکھے ہوئے چار رسائل جمع کیے جا رہے ہیں۔اس کتاب کا ٹائٹل تیار ہوگیا ہے جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں تاہم یہ ابھی فائنل نہیں ہے۔
(۲)امام احمد رضا خان واثروهو فی الفقه الحنفی۔یہ الازہر یونیورسٹی سے مکمل ہونے والا ماسٹرز کا تھیسس ہے۔یہ کتابیں دارالراشد اپنے اخراجات سے چھاپ رہا ہے۔اُمید ہے کہ جیسے ہی آپ کا معارف چھپے گا آپ مجھے اس کی اسکین کاپی بھیج دیں گے تاکہ میں ان کو دکھادوں۔اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ (بخط رومن)

فرقان احمد قادری(دمشق،شام)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اُمید ہے کہ جناب کے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔الوظیۃ الکریمۃ دمشق سے چھپی ہے جسکا غلاف میں آپ کو بھیج رہا ہوں، الحمد للہ راقم کو اس کتاب کی اُردو سے عربی، اَحادیث کی تخریج اور بعض جگہ پر تعلیقات کی سعادت حاصل ہوئی ہے، جب اس پر کام شروع کیا تو میرے علم میں نہیں تھا کہ اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور نہ ہی ساتھیوں کے علم میں یہ بات تھی، اب کسی دوست نے بتایا ہے کہ اس کی اُردو سے عربی ہوچکی ہے۔ بہر حال احادیث کی تخریج اور جدید کتابت کے ساتھ انشاءاللہ عرب قارئین کو پسند آئیگی، اللہ تبارک وتعالی راقم کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ اگر جناب نے پین قرآن پاک کے بارے میں مضمون معارف رضا میں چھاپا ہے تو براہ کرم وہ صفحات مجھے اسکین یا کاپی کرکے میل کردیں، میں نے قرآن پاک چھاپنے والے مکتبے کو بتایا تھا تو انہوں نے مانگا ہے وہ اس مضمون کو اپنے ریکارڈ میں رکھنا چاہتے ہیں۔امید ہے کہ آپ جلدی جواب دینگے۔

سعید الرحمٰن(عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان، پاکستان)

مزاج بخیر!راقم الحروف عبدالولی خان یونیورسٹی مردان[پاکستان] میں علوم اسلامیہ میں لیکچرار اورپوسٹ گریجویٹ ریسرچ سکالر ہے۔ بندے نے ریسرچ کے حوالے سے اپنے لیے دینی مجلاتی صحافت [Magazine Journalism] کے تخصص [Specialization] کا انتخاب کیا ہے اوراپنے تحقیقی مقالہ بعنوان"اردوزبان میں شائع ہونے والے دینی رسائل وجرائد کا جامع تعارف"کے لیے جمع آوری [Data Collection] کاکام شروع کرچکا ہے جس کے لیے آپ کی جانب سے آپ کے موقر رسالے کے متعلق مفید معلومات اور کوائف کی فراہمی کی اشد ضرورت ہے تاکہ اس کا ایک مناسب اور جامع تعارف بھی اس تحقیقی مقالے میں شامل کیا جاسکے۔
اس مقصد کے لیے راقم کا ذاتی طور پر مرتب کردہ ایک تحقیقی سوال نامہ [حسبِ سہولت الگ الگ تین مختلف فارمیٹس بالترتیب ان پیج،یونی کوڈاور پی ڈی ایف میں] ارسال خدمت ہے اس استدعا، توقع اور قوی امید کے ساتھ کہ آپ صاحبان علم ودانش اپنے مصروف ترین شیڈول سے تھوڑاسا قیمتی وقت راقم کی نذر کرکے فرصتِ اولین میں اس سوالنامے کو پر کرلیں گے اور بندہ کو واپس ارسال فرمادیں گے۔انشاءاللہ
آپ سے ایک گزارش یہ بھی ہے کہ اگر آپ کے لیے ممکن ہواور کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوتو علم و تحقیق اور شعور آگہی کے لیے کوشاں بندہ کے دارالمطالعہ "اسلامک ریسورس اینڈ انفارمیشن سنٹر" کواپنا رسالہ باقاعدہ طور پر اعزازی جاری کیجیے اور تحقیقی مطالعہ اورریکارڈ کے لیے اس کے ممکنہ سابقہ شمارے بھی بذریعہ ڈاک ارسال فرمادیں۔ مذکورہ موضوع پر آپ کے پاس مطبوعہ، غیر مطبوعہ اور کسی بھی سافٹ صورت یعنی پی ڈی ایف ،ان پیج ،یونی کوڈ وغیرہ میں جو بھی معلوماتی مواد موجود ہوتو وہ بھی شیئر کیجیے اور ہمیں اپنے پوسٹل لسٹ اورای میل لسٹ دونوں میں مستقل طور پر شامل کیجیے۔جزاک اللہ خیرا!اگر آپ کو کسی اوراردو جریدے کے بارے میں علم ہو تو ازراہِ کرم ہمیں اس سے بھی مطلع کیجیے تاکہ ان سے بھی اس سلسلے میں رابطہ کیا جاسکے۔
اس ادنیٰ علمی و تحقیقی کاوش کی تکمیل میں آپ کی طرف سے معلومات کی فراہمی، علمی اعانت وسرپرستی اور ہر ممکن تعاون کا بندے کو شدت سے انتظار رہے گا۔جزاکم اللہ احسن الجزاء، والسلام

حافظ محمد رمضان جلال(جہلم، پاکستان)

محترم المقام گرامی قدر حضرت سید وجاہت رسول قادری صاحب دامت برکاتکم العالیہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ناچیز عرصۂ دراز سے معارفِ رضا کا خریدار ہے۔فون پر بھی کئی مرتبہ رابطہ ہوا۔ آپ کی علالت کا پڑھ کر پریشانی ہوئی؛ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعمرِ خضر عطا فرمائے کہ ادارہ کا کام ہمیشہ دن بدن ترقی پزیر رہے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔ ماہنامہ مل رہا ہے۔ چند شمارے اور درج ذیل مطبوعاتِ ادارہ برائے لائبریری مطلوب ہیں۔ امید ہے آپ حسبِ سابق شفقت فرمائیں گے۔ یاد رہے کہ تقریباً ۱۸ دیہات میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی یہ واحد لائبریری ہے جو اپنی مدد آپ کے تحت ۸۶ء سے جاری ہے۔ مزید معاونت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ مطلوبہ رسائل معارف (۱) شمارہ دسمبر ۲۰۰۵ء، (۲) ستمبر ۲۰۰۶ء، (۳) مکتوباتِ مسعودی، (۴) اشاریہ معارفِ رضا، (۵) لال قلعہ سے لال مسجد تک۔

محمد امجد قادری سروانی (سیالکوٹ، پاکستان)

مخدومِ اہلِ سنّت علامہ سیّد وجاہت رسول قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، طالبِ خیریت الحمدُللہ بخیر وعافیت! حضورِ والا! یہ خطاکار سیاہ کار حضور مسعودِ ملّت رحمہ اللہ کا مجاز، شیخ الاتقیاء حضرت علّامہ الحاج پیر ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کا مُرید اور مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ جناب سے دلائل الخیرات شریف کی قرأت کا مجاز ہے اور ماہنامہ "معارفِ رضا" کا روزِ اوّل سے قاری ہے۔ حضور مسعودِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ نے کافی کتب برائے مطالعہ ارسال فرمائیں، لیکن حضرت کے وصال شریف کے بعد یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بہر حال جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ ہم نے "رضا اسلامک لائبریری" بنائی ہے؛ ہمیں ادارے کی کتب درکار ہیں۔ بالخصوص مندرجہ ذیل کتب کی اشد ضرورت ہے؛ کمالِ کرم فرماتے ہوئے فرصتِ اوّلین میں ارسال فرما کہ عنداللہ ماجور ہوں: (۱) دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ، (۲) تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق، (۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان میں، (۴) نزولِ آیاتِ فرقان و معینِ مبین، (۵) امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی انشا پردازی، (۶) اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ، (۷) امام احمد رضا اور علم صوتیات۔ علاوہ ازیں حضور مسعودِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو لٹریچر ادارے کے پاس دستیاب ہو ارسال فرمادیں۔ (۸) مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۵ء۔ ۲۰۰۷ء۔ ۲۰۰۸ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ بھی درکار ہیں۔

دینے والے دینا ہے تو اتنا دے دے
کہ مجھے شکوۂ تنگیٔ داماں ہو جائے

پارسل کا بڑی بے تابی، بے قراری سے انتظار رہے گا۔ اور جناب بہت بہتر جانتے ہیں کہ انتظار کے لمحے کتنے کرب ناک ہوتے ہیں۔ اللہ کریم جناب کا اقبال بلند فرمائے اور صحتِ کاملہ کے ساتھ عرصۂ زیست دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر سفیر اختر (واہ کینٹ، پاکستان)

بخدمت گرامی جناب مدیر اعلیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ تین ماہ (جنوری، فروری اور مارچ) میں معارفِ رضا موصول نہیں ہوا۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ میرا نام Mailing List میں سے خارج کر دیا گیا ہے۔ آج اپریل کا شمارہ موصول ہوا۔ اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔ براہِ کرم تین ماہ کے شمارے یا (ایک خاص شمارہ) بھجوا کر "معارفِ رضا" کے معارف سے استفادے کا موقع دیجیے۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

ماہنامہ معارف رضا سال ۲۰۱۱ء کی فائل

سال ۲۰۱۱ء کے تمام ۱۲ شماروں پر مشتمل فائل محدود تعداد میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ غیر مجلد ۵۰۰ روپے، مجلد ۶۰۰ روپے مع رجسٹرڈ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

ماہنامہ معارفِ رضا کے گزشتہ شماروں کی دستیابی

گزشتہ ۱۲ سالوں میں شائع ہونے والے ماہنامہ معارف رضا کے انفرادی شمارے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ مع عام ڈاک خرچ ۳۰ روپے فی شمارہ منی آرڈر کریں۔ دستیاب شماروں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۲۰۰۰ء شمارہ جنوری، فروری، مارچ، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر
۲۰۰۱ء شمارہ جنوری، اپریل، جون، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
۲۰۰۲ء شمارہ جنوری، جون اور دسمبر
۲۰۰۳ء شمارہ نومبر اور دسمبر
۲۰۰۴ء شمارہ فروری، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
۲۰۰۵ء جنوری، فروری، (مارچ، اپریل، مئی مشمولہ سالنامہ)، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
۲۰۰۶ء جون، جولائی، اگست اور ستمبر
۲۰۰۷ء شمارہ مئی، اگست اور دسمبر
۲۰۰۸ء شمارہ جون
۲۰۰۹ء شمارہ جولائی، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
۲۰۱۰ء شمارہ مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر

۲۰۱۱ء شمارہ فروری، مارچ ،اپریل، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر۔(ان ماہنامہ شماروں کے علاوہ سالنامہ ۲۰۱۱ء ہائر ایجو کیشن کمیشن پاکستان کے معیار کے مطابق علیحدہ شایع ہوا ہے)

۲۰۱۲ء شمارہ جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی اور جون

دعوت برائے رضا ہائر ایجو کیشن پروجیکٹ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا یونیورسٹی، کالجز اور مدارس کے اساتذہ، اسکالرز اور طلبا و طالبات کو امام احمد رضا اور متعلقاتِ رضا کے مختلف عنوانات پر تحقیق کی دعوت دیتا ہے۔ موضوع کے انتخاب سے مقالے کی تکمیل تک ادارے کی طرف سے راہ نمائی اور مواد کی نشاندہی کی سہولت موجود ہے۔ خواہش مند افراد ادارۂ تحقیقات کے دفتر سے بذریعہ فون، ای میل یا ویب سائٹ رابطہ کریں۔

www.imamahmadraza.net

گزشتہ ماہ انڈیا، پاکستان، امریکا، انگلینڈ، سعودی عرب، ایران، متحدہ عرب امارات، ماریشس، کینیڈا، اٹلی، جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش، ڈنمارک، سری لنکا، شام، آسٹریلیا، بحرین، بھاماس، مصر، جاپان، جنوبی کوریا، عمان، قطر، البانیہ، برازیل، جرمنی، اسپین، فرانس، یونان، انڈونیشیا، کویت، مراکش، نائجیریا، نیدرلینڈ (ہالینڈ)، ناروے، نیوزی لینڈ، فلپائن، پرتگال اور سوئیڈن وغیرہ ممالک کے ۱۷۱ سے زائد شہروں سے ایک بڑی تعداد میں قارئین نے ادارے کی ویب سائٹ www.imamahmadraza.net ملاحظہ کی۔

دعوت برائے مقالہ نگاری

سالنامہ معارف رضا ۲۰۱۲ء (اُردو) میں اشاعت کے لیے مقالات ۳۱/ جولائی ۲۰۱۲ء تک ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے دفتر میں بذریعہ ڈاک یا کوریئر جمع کرائے جاسکتے ہیں۔ مقالات بذریعہ ای میل imamahmadraza@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔ مقالہ ہائر ایجو کیشن کمیشن کے معیار کے مطابق ہو۔ مقالہ نگاروں کے لیے ہدایات معارف رضا کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

رضویات کے حوالے سے جرائد و رسائل میں شائع ہونے والے مقالات

(۱) غلام مصطفیٰ رضوی (اداریہ)، امام احمد رضا: ترجمانِ فکر اسلامی، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۴—۱۰

(۲) مولانا محمد صدیق ہزاروی، کنزالایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۱—۱۶

لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا میں موصول ہونے والے جرائد

جہانِ رضا، لاہور (اپریل ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ اہلِ سنّت، گجرات (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ جامِ نور، دہلی (مارچ تا مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ پیغام اہلِ سنّت، فیصل آباد (ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ)، ماہنامہ اعلیٰحضرت، بریلی (اپریل، مئی، جون ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ کنزالایمان، دہلی (مئی ۲۰۱۲ء نیز جون ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ عقیدت، حیدرآباد (اپریل ۲۰۱۲ء)، فیض عالم، بہاولپور، (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ ضیائے حرم، اسلام آباد (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گجرانوالہ (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ نورالحبیب، بصیر پور (مئی ۲۰۱۲ء)، سہ ماہی آگہی، سکھر، (جمادی الثانی تا شعبان ۱۴۳۳ھ)، الملنگیہ، اوکاڑہ (اپریل، مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ زاویہ نگاہ، کراچی (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ الاشرف، کراچی (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ کاروانِ قمر، کراچی (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ رُشدالایمان، سمندری شریف (مئی ۲۰۱۲ء)، سوئے حجاز، لاہور (مئی ۲۰۱۲ء)، مصطفائی نیوز، کراچی (مئی ۲۰۱۲ء)، عرفات، لاہور (مارچ/اپریل ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ الہام، بہاولپور (مئی ۲۰۱۲ء)، ماہنامہ عقیدت، حیدرآباد (مئی ۲۰۱۲ء)، Monthly The Minaret, (Karachi, May 2012)۔

لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا میں موصول ہونے والی کتب نو

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف / مرتب / مترجم	صفحات	ناشر
۱	امام احمد رضا کے معاشی نظریاتِ اجارہ و مضاربت اور عصرِ حاضر میں ان کی افادیت فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں\صبا نور\۲۰۰\غیر مطبوعہ ایم فل مقالہ			
۲	عجائب القرآن مع غرائب القرآن	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	۲۳۲	زاویہ پبلشرز، لاہور
۳	Preamble to Faith ترجمۂ تمہیدِ ایمان	انگریزی ترجمہ: ابو حسن	۱۲۴	رضوی پریس، یو کے
۴	بیہقیِ وقت علامہ محمد منظور احمد فیضی	مفتی محمد اکرام المحسن فیضی	۱۸۴	انجمن ضیاءِ طیبہ، کراچی